ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

ربیع الاول: سنہ ۱۴۱۵ھ

ستمبر: سنہ ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ

اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(اللہ کو) تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سورہ لقمٰن ایت ۲۷-۲۸

مقصد جہاد

شیر میسور ٹیپو سلطان شہید رحمتہ اللہ علیہ

میں مسلمانوں کو تقویت دینا اور اپنا مال و جان خدا کے سچے مذہب اسلام پر نثار کر دینا چاہتا ہوں۔ ایسی حالت میں تمام مسلمانوں کو میرا ساتھ دینا چاہیئے۔ دین پاک کی مدد کیلئے ضروری ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور کافروں کی سر کوبی کو اپنا مقصد سمجھیں۔ تا کہ دین محمدی ﷺ روز بروز ترقی کرے۔

اگر مسلمان اب بھی متحد ہو جائیں تو اگلی شان و شوکت پھر واپس آسکتی ہے۔ اور اس وقت ان کافروں کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ لہذا امیرانِ اسلام کو ایسی کارروائی نہ کرنی چاہیئے کہ روزِ فردا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمسار ہونا پڑے۔ (۱)

ہم سب دینی بھائی ہیں۔ اپنی قومیت اور دین داری کا پاس و لحاظ کر کے دلوں سے ہر قسم کے کینہ و کدورت کو نکال دو اور صرف خدا ہی کے راستہ میں جہاد کیلئے کمر بستہ ہو کر شہادت کیلئے تیار ہو جاؤ۔ نیز ان سرخ خلعتوں کو شہادت کا لباس سمجھو۔ (۲)............. (امراء و لشکریوں سے خطاب)

ہم محض دین متین کی تقویت رب العالمین اور رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور خلق اللہ کے امن و حفاظت کے لئے ان کافروں کے خلاف جہاد کا عزم کر چکے ہیں۔ کوئی ساتھ ہو یا نہ ہو یہ فریضہ بہر حال ہم سرانجام دے کر رہیں گے۔ (۳)

(کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے)

---

(۱) نشان حیدری (تاریخ ٹیپو سلطان شہید) از سید میر علی کرمانی، ص نمبر ۱۹

(۲) ص نمبر ۳۷۴ (۳) ص نمبر ۳۰۷

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ ستمبر ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۹ قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختمِ نبوّۃ (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	مدیر	۳
شذرات:	اور یہ کالم نگار......	ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری	۶
"	مذہب بیزار سیاست و ثقافت		۷
تاثرات:	۴۸واں یومِ آزادی	قمر الحسنین	۹
نظم:	رنگِ سخن	پروفیسر اکرام تائب	۱۲
انٹرویو:	قاضی عبدالقادر امامی رئیس شعبہ دعوت و ارشاد دولت اسلامی افغانستان	سید کفیل بخاری، احمد معاویہ	۱۳
تبرکات آزاد:	فتح و کامرانی کا راز	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد	۲۱
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات انکی	ساغر اقبالی	۳۰
"	پرنس آف ویلز	عبدالودود شعیب	۳۵
دین و دانش:	فن روایت و درایت	پروفیسر شمس الدین	۳۹
احساسات:	نہیں یہ میرا وطن نہیں ہے---!	شیخ ادیب الرحمن	۴۴
حسن انتقاد:	تبصرہ کتب	سید ذوالکفل بخاری	۴۵
چمن چمن اجالا	سالانہ سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس ربوہ کی روداد	مہدی معاویہ	۴۹
"	ملتان میں یومِ آزادی پر ایک مجلس مذاکرہ کی روداد	محمد مغیرہ	۵۵
کاروانِ احرار:	مجلس احرار اسلام کے انتخابات	ادارہ	۶۰
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	"	۶۲

دل کی بات

نواز شریف کا ایٹمی دھماکہ

۲۳ اگست کو نیلا بٹ آزاد کشمیر کے مقام پر ایک جلسہ عام میں وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم نے بھارتی وزیر اعظم نرسمہاراؤ کی آزاد کشمیر پر حملہ کی دھمکی کا جواب دیتے ہوئے کہا "اگر بھارت نے ایٹم بم استعمال کیا تو پاکستان بھی ایٹم بم استعمال کر رہے گا" اس جلسہ کے مہمانِ خصوصی مسٹر نواز شریف نے سردار صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا

"میں تصدیق کرتا ہوں کہ پاکستان کے پاس ایٹم بم موجود ہے۔ بھارت آزاد کشمیر پر حملے کا خیال دل سے نکال دے"

اس بیان کے چھپتے ہی پاکستان اور پوری دنیا کے پریس میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے حق اور مخالفت اور تصدیق و تائید میں مختلف حلقوں کا ردعمل سامنے آیا تو نواز شریف نے کہا کہ "میں نے قوم کو مکمل حقائق سے آگاہ کر کے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو ختم کرنے کی سازش کا بروقت تدارک کیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا سوچ سمجھ کر کہا میرے دور میں سیکریٹری خارجہ شہر یار خان نے امریکہ میں پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کا اعتراف کیا تھا"۔ (یہ انٹرویو ۷ فروری ۱۹۹۲ء کو واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہوا تھا)

ادھر مسٹر اعجاز الحق نے دعویٰ کیا ہے کہ "پاکستان ۱۹۸۶ء میں ایٹمی طاقت بن گیا تھا۔ شہید صدر ضیاء الحق اس کا سگنل خود بھارت کی سرزمین پر راجیو گاندھی کو دے گئے تھے"۔

نواز شریف کے بیان کے ردعمل میں یہ حیران کن انکشاف بھی منظر عام پر آیا کہ سابق آرمی چیف مسٹر اسلم بیگ ایران کے دورہ کے موقع پر ایرانی قیادت کے ساتھ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ایران ٹرانسفر کرنے کا سودا بھی کر آئے تھے۔ اور ایرانی حکومت اس سودے کے عوض بھاری رقم اداء کرنے پر تیار تھی۔ مگر نواز شریف نے یہ سودا نامنظور کر دیا۔

یہ بات محل نظر ہے کہ نواز شریف نے اپنے عہد اقتدار میں یہ اعلان کیوں نہ کیا؟ جبکہ اسوقت اس اعلان سے ان کے اقتدار کو استحکام مل سکتا تھا۔ اور وہ قومی ہیرو بن سکتے تھے؟ تاہم اس اعلان کے بعد ایک بات تو واضح ہو گئی ہے کہ پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔ اور بھارت اب پاکستان کے خلاف ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کے ناپاک ارادے پر عمل کرنے سے گریز کرے گا۔

نواز شریف صاحب نے یہ بیان خود دیا ہے یا ان سے اگلوایا گیا ہے؟ یہ الگ بحث ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ امریکہ خاموش سفارتکاری کے ذریعے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کر رہا تھا۔ موجودہ حکومت کو اب منافقانہ پالیسی ترک کر کے اور ایٹمی قوت کا برملا اعلان کر کے قومی ہمدردی حاصل کر لینی چاہیئے۔ اگر وہ جوہری پروگرام کو رول بیک کرتی ہے تو یقیناً تاریخ میں اسے قومی مجرم کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ امریکہ ہمارے جوہری تجربات کے بارے میں نواز شریف سے زیادہ باخبر ہے۔ اس کو یہ معلومات فراہم کرنے والے خود ہمارے حکمران ہیں۔ اس کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں خود امریکی وزیر خارجہ اور سینیٹر پریسلر کے محتاط بیانات میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے۔

جو سیاستدان چند ماہ پہلے بے نظیر سے ایٹمی دھماکہ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ کم از کم اس بیان پر انکی طرف سے نواز شریف کی مذمت شخصی مخالفت بن جاتی ہے۔ نواز شریف سے اختلاف ہم بھی کرتے ہیں۔ اور شاید ان سیاست دانوں سے زیادہ شدید-----------

ہمارے اختلاف کی وجہ پاکستان میں اسلام کے ساتھ ان کا سلوک ہے، جبکہ سیاست دانوں کا مسئلہ محض حصولِ اقتدار ہے۔ اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ بیان ایک جرأت مندانہ اقدام ہے۔

قاہرہ کانفرنس اور وزیر اعظم کی شرکت

ستمبر کے دوسرے ہفتے میں اقوام متحدہ کے زیر اہتمام قاہرہ میں تحدیدِ آبادی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر زرداری اور مسلم لیگ کی حلیف عوامی نیشنل پارٹی کی رہنما بیگم ولی خان پاکستان کے عوام اور تمام دینی حلقوں کی شدید مخالفت کے باوجود اس کانفرنس میں شریک ہو رہی ہیں۔ جبکہ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم خالدہ ضیاء نے ذاتی مصروفیت کی بنیاد پر شرکت سے معذرت کی ہے۔

اسقاط حمل کو قانونی بنانا، ہم جنس پرستی کی اجازت دینا، آزادانہ جنسی اختلاط کو انسانی حق کے طور پر تسلیم کرنا، سکولوں کی سطح پر جنسی تعلیم اور مانع حمل ادویات کے استعمال کے طریقوں کو متعارف کرانے کے منصوبے کانفرنس کے ایجنڈے کے طور پر سامنے آئے ہیں۔

کانفرنس کا ایجنڈا نیا نہیں۔ پورے یورپ میں اس پر ایک عرصہ سے عمل ہو رہا ہے۔ البتہ اس مکروہ پروگرام کی اشاعت کے لئے "مصر" کا انتخاب محلِ نظر ہے۔ ایک مسلمان ملک کو کافرانہ پروگرام کی تشہیر کا ذریعہ بنانا ہی یہود و نصاریٰ کی اصل سازش ہے۔ انہیں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی پر تشویش ہے۔ مسلمانوں میں کام کرنے والی اصلاحی اور انقلابی دینی تحریکوں سے خطرہ ہے۔ اسکا انتقام وہ اسی پروگرام یعنی تہذیبی انقلاب کے ذریعہ ہی لیں گے۔ اس کانفرنس کا بڑا مقصد مسلمانوں کو جنسی انار کی، اخلاقی تباہی اور اپنے دین سے عملی و زبانی انکار کی راہ پر چلانا ہے۔ اور اسلامی ملکوں میں آزادیٔ اظہار کی ناپاک اور مجروح اصطلاح کی آڑ میں اسلام کے مسلمہ اصولوں پر بحث و تمحیص کا دروازہ کھولنا اور انہیں متنازعہ بنانا ہے۔ لبرلزم کے مریض پاکستانی خارش زدہ سیاست دان اس موضوع پر خاموش ہیں۔ اور انکی خاموشی کانفرنس کے ایجنڈے کی عملی تائید ہے۔

وزیر اعظم کی طرف سے اپنی شرکت کے جواز میں یہ بیان داغا گیا کہ وہ کانفرنس میں اسلامی نقطہ نظر بیان کریں گی۔ جو پروگرام ہے ہی سراسر خلاف اسلام اس میں شرکت اور اسلامی نقطہ نظر کی تبلیغ کا کوئی جواز نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کانفرنس میں شریک ہونے والی تمام شخصیات یہود و نصاریٰ کی تہذیب و ثقافت کی ایجنٹ ہیں۔ اور وہ اپنے اقتدار کے دوام کے لئے اس سے بھی زیادہ ذلیل حرکت کرنے سے گریز نہیں کریں گی۔ تعد گزار بیگم نسیم ولی ہو یا تسبیح بردار بے نظیر، گھوڑسوار آصف زرداری ہو یا شیر پاکستان نواز شریف سب کے سب کافرانہ تہذیب کے نمائندے ہیں۔ اگر نواز شریف کے دور میں یہ کانفرنس ہوتی تو وہ بھی اس میں شریک ہوتے۔ اسلام کے بارے میں دونوں کا نقطہ نظر ایک ہے۔ دونوں امریکی خواہش پر مذہبی عنصر کو سیاست سے آؤٹ کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اور اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان کی جنگ محض اقتدار کے لئے ہے۔ دینی اقتدار کو مسخ کرنے میں دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ یہ کانفرنس عالم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی گھناؤنی سازش ہے۔ اور اس میں شریک ہونے والے نام نہاد مسلمان اللہ و رسول ﷺ اور پوری امت مسلمہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔

مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ

سپاہ صحابہ پاکستان کے نائب سرپرست اعلیٰ اور رکنِ قومی اسمبلی مولانا محمد اعظم طارق پر ۲۱ اگست کو اسلام آباد جاتے ہوئے سرگودھا کے قریب شاہ پور میں قاتلانہ حملہ ہوا۔ جس میں ان کے دو باڈی گارڈ شہید ہو گئے اور محض اللہ کے فضل

و کرم سے مولانا بال بال زندہ بچ نکلے۔ مولانا اعظم طارق پر حملہ کی صدائے باز گشت کئی دنوں سے سنائی دی جارہی تھی اور خود مولانا بھی مسلسل حکومت کو اس خطرہ سے متنبہ کر رہے تھے۔ جبکہ اخبارات میں اہم شخصیات کے قتل کے منصوبہ کی خبروں میں بھی مولانا کا نام چھپ چکا تھا۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ پاکستان میں موجود ایران کے وفادار اور تربیت یافتہ شیعہ اس دہشت گردی کے ذمہ دار ہیں۔ مولانا حقنواز جھنگوی کی شہادت، مولانا ایثار القاسمی کی شہادت اور سپاہ صحابہ کے سینکڑوں کارکنوں اور مقامی رہنماؤں کی شہادت کوئی اتفاقی حادثات نہیں بلکہ ایک منظم سازش کا حصہ ہیں۔ گزشتہ چھے ماہ میں لاہور کی اہل سنت مساجد میں بموں کے دھماکے اور بے گناہ نمازیوں کی شہادت، کراچی میں سنی نوجوانوں کا مسجد میں انتظامیہ کے ہاتھوں قتل، بریلوی مکتب فکر کے عالم مولانا محمد اکرم رضوی کی شہادت، بہاولنگر میں سپاہ صحابہ کے صدر کا قتل، ان واقعات کا تسلسل اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ایک ہی طبقہ کے علماء کا قتل یقیناً ایک گہری سازش کا شاخسانہ ہے گزشتہ دور میں اہلحدیث علماء حکیم فیض عالم صدیقی اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت بھی اسی سازش کی کڑیاں ہیں ہمسایہ ملک ایران کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے ناقابل تردید شواہد بھی حکومت کے علم میں ہیں۔ خصوصاً ایرانی سپیکر کا دھمکی آمیز بیان قابل ذکر ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ حکومت خود ان واقعات میں ممد و معاون ہے۔ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں آصف زرداری نے شیعہ دہشت گردوں کا جس طرح دفاع کر کے انہیں محفوظ کیا اس کی تفصیلات بھی آن دی ریکارڈ ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خود حکومت فرقہ واریت کو ہوا دیکر خانہ جنگی کے شعلوں کو بڑھکانا چاہتی ہے۔ تاکہ پاکستان کی سیاست کے منظر سے یورپ کی طرح مذہبی عنصر کو ہٹا دیا جائے اور ملک کو سیکولر سٹیٹ بنا کر امریکی خواہش و مطالبہ کی تکمیل کی جائے۔

اگر ان حادثات کے ذمہ داروں کو سزا مل جاتی تو آج اس کا اعادہ نہ ہوتا حالیہ دہشت گردی کے مجرموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا گیا تو پھر پاکستان میں کسی بھی رہنما کی زندگی کی ضمانت نہ دی جاسکے گی۔ اور ملک خانہ جنگی کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔ مولانا اعظم طارق اہل سنت کے ایک نمائندہ رہنما ہیں حکومت ان پر قاتلانہ حملہ کے مبینہ مجرموں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے اور اس پر کسی قسم کا غیر ملکی دباؤ قبول نہ کرے۔ اگر مولانا کو خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو یقیناً ملک کا امن و امان تباہ و برباد ہوجائے گا۔ اور خود حکومت کا قائم رہنا بھی ممکن نہ ہوگا۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی کی رحلت

جمعیت علماء اسلام کے امیر، حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبد اللہ درخواستی تقریباً سو سال کی عمر میں ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۴ء بروز اتوار صبح آٹھ بجے خان پور ضلع رحیم یار خان میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ ۱۳۲۴ھ محرم الحرام بروز جمعہ اپنے آبائی گاؤں درخواست ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے درخواستی معروف ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں گاؤں میں ہی حاصل کی، گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور پھر مشہور دینی و روحانی مرکز خانقاہ دین پور حضرت مولانا غلام محمد دین پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں دینی تعلیم مکمل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ آپ کا روحانی تعلق بھی خانقاہ دین پور سے ہی تھا اور غالباً حضرت مولانا عبد الہادی دین پوری قدس سرہ، سے مجاز بیعت تھے۔

۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد جمعیت علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے اور تادم واپسیں اس عہدہ پر فائز رہے۔ شہید ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ اور جناب نوابزادہ

(بقیہ ۴۳ پر)

شذرات | سید عطاء المحسن بخاری

اور یہ کالم نگار.................

یک دو کے سوا یہ اخبار نویس اور کالم نگار لوگ دین کی ابجد سے بھی نا آشنا ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ انہیں دین کی شد ہی نہیں ہے تو قطعاً خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کہ دن رات اس طبقہ بد فکر سے ہماری بیٹھک اٹھک ہے ہم خوب جانتے ہیں کون کیا ہے نام لیکر لکھیں تو فتنہ و فساد کا جمہوری دروازہ کھلتا ہے جو بند ہی اچھا ہے، بے نظیر نے جو لکڑی پھاٹک کھول رکھا ہے وہی کافی ہے۔ اب نیا دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں انہوں نے ملتان میں علماء کو سیاست سے کنارہ کش ہونے کا "حاکمانہ مشورہ دیا"۔ ان کے نادر شاہی فرمان پر دلدار بھٹی بھی جمہوری راگ گانے لگے اور بہت سے سوئے ہوئے فتنہ پرداز اپنے اپنے فتنوں سمیت جاگ اٹھے ہیں اور قلم "برداشتہ" لکھنا اور ہانکنا شروع کر دیا۔ اس کے باوجود کہ نہیں جانتے جنوں میں کیا کیا فرما رہے ہیں مگر فرما رہے ہیں بلکہ "حُمُرالاہلیہ" کی طرح مسلسل فرماتے جا رہے ہیں۔ اور چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اور یہ تو ان کی جمہوری عادت ہے اور اب تو یہ اتنی پختہ ہو چکی ہے جو ان کی عمر کی کہنگی اور پختگی سے بھی فزوں تر ہے۔ ۲۶ جولائی کا پاکستان پڑھ رہا تھا کہ اچانک قاضی جاوید صاحب کے مضمون مذہب اور سیاست پر نظر پڑی۔ مضمون پڑھا افسوس ہوا کہ قاضی صاحب بھی دیگر کالم نویسوں سے جدا نہیں ہیں انہیں بھی اس حقیقت کا علم نہیں کہ لفظ سیاست حدیث پاک میں اجتماعی رہنمائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور یہی دین ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال میں دینی نقطہ نظر اور دینی تقاضوں کو رہنما بنایا جائے کفار و مشرکین کی طرح روز بدلنے والے نظریات نہ اپنائے جائیں بلکہ الہامی اور آسمانی حقیقتوں سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

مولوی اور اسکے اعمال کا نام دین نہیں دین تو قرآن سنت کا نام ہے نہ قرآن بدل سکتا ہے اور نہ سنت تبدیل ہو سکتی ہے اور ہماری اجتماعی زندگی انہی نہ تبدیل ہوسکنے والے اصولوں کے ماتحت ہے۔ جدید سیاست کے معنیٰ وہی ہیں جو اس بے ہنگم قوم کو فرنگی نے بتائے ہیں یعنی انسان انسانوں کی اجتماعیت قائم کرے پھر انسانوں کے گلے کو نظم و نسق میں پروئے جبکہ ایسا ممکن ہی نہیں۔ انسان کی ہزاروں سال کی اجتماعی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ انسان انسان کی اجتماعی زندگی میں ہمہ گیری نہیں پیدا کرسکا وہ اسے اپنا ماتحت غلام اور بندۂ بے دام تو بنا لیتا ہے مگر اس کی شخصی حیوانی آزادی سلب کر لیتا ہے جبکہ تمام انسانی نظام اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ انسان ایک معقول حیوان ہے مگر ہے حیوان، تو وہ حیوان جیسی آزادی کا بھی طلبگار ہے جو حاکم انسان سلب کر لیتا ہے۔ اسکے برعکس (ایک مسلمان کہلانے والے کیلئے) قرآن و سنت یہ معیار قائم کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والا ہی انسان ہے اور اس فرماں بردار انسان کیلئے

جو اجتماعی رہنمائی قرآن و حدیث میں موجود ہے وہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کے تمام مسائل حل کرنے کیلئے کافی ہے جو تو انسان ہے وہ اسکی اطاعت کرے گا اور جو صرف ایک معقول حیوان ہے وہ اپنے لئے اجتماعیت کے اصول گھڑے گا ظاہر ہے جو اصول اس نے بنائے ہیں وہ سب کے پسندیدہ اور معقول نہیں ہوسکتے اسی پاکستان میں ملاحظہ فرمائیں مسلم لیگی معقول حیوانوں کے اجتماعیت کے اصول پی پی پی کے معقول حیوانوں کیلئے ناپسندیدہ ہیں پاکستانی سوشلسٹوں کے اجتماعی اصول امریکہ نواز معقول حیوانوں کو قبول نہیں آپ ان کو پابند نہیں کرسکتے سنوا نہیں سکتے لیکن پی پی پی کے معقول حیوان اپنے اقتدار اور اقتدار کی اندھی طاقت کے ذریعہ لیگیوں کو اپنے اصول انداز اور رویے منوانا چاہتے ہیں۔ بے نظیر علماء کو سیاست سے نکال باہر کرنا چاہتی ہے۔ اخبار نویس اور کالم نگار جو اپنی جبلت کے اعتبار سے نہایت موقع پرست واقع ہوئے ہیں۔ (الگ قسم کے معقول حیوان ہیں) وہ درباری الاپ رہے ہیں اور ان کے پردھن میں مرلیا باج رہی ہے کہ سرکار عالی مدار نے سچ فرمایا۔ یہ سرکار عالی مدار کو کیا حق ہے وہ اپنی منوائے جبکہ جدید سیاسی روش یہ ہے کہ ہر معقول حیوان اپنا راستہ خود چن سکتا ہے اس پر اپنا آئیڈیا تھوپنا جبر ہے۔ جبکہ ریاستی جبر تو اقوام عالم میں متفقہ طور پر ظلم قرار دیا جا چکا ہے۔

اس ریاستی جبر کی تازہ مثال بریگیڈیئر امتیاز کی گرفتاری، بغاوت کا مقدمہ اور ٹارچر ہے۔ افغانستان کی اسلامی حکومت کی پاکستانی لبرل حکومت سے نہیں بنی تو انھوں نے افغانی زعماء کو ہندوستان نواز بنانا شروع کر دیا۔ یہ ہے معقول حیوانوں کی سیاست! جدید سیاست!

مذہب بیزار، سیاست اور ثقافت

مغربی سیاست بازوں اور ثقافت زادوں نے اپنے معاشرے اور کلچر سے مذہب اور مذہبی نمائندے کے تصادم سے تنگ آکر پادری اور اسکے ثقافت زدہ مذہب کو دیس نکالا دیا اسے چرچ تک محدود کر کے خود آزادی حاصل کرلی مذہب ہر انسان کا انفرادی مسئلہ بنا دیا گیا، مذہب کو اجتماعی زندگی میں دخل عمل سے محروم کر دیا گیا اسکے اجتماعی حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا اور انسانوں پر اسکی اجتماعی گرفت ہمیشہ کیلئے دفن کر دی گئی۔ پادری کو عضو معطل بنا دیا گیا خود اسکی زندگی اور معاشرت ان سیاست بازوں اور ثقافت زادوں کے اشارہ ابرو کی محتاج ہو کر رہ گئی۔ مذہب سے آزادی حاصل کرنے والے مغربی جیالوں نے عقیدے میں شرک، کفر، الحاد، زندقہ اور بدعت کی وہ خاردار باڑ لگائی کہ پھر وہاں توحید، رسالت، اور قیامت کے پاکیزہ تصورات و نظریات کا کبھی گزر بھی نہ ہوسکا اعمال و اخلاق کی دنیا ایسی اندھیر ہوئی کہ روشنی کی کرن تک دکھائی نہ دی۔

شراب، جوا، زنا، ہیومن سیکس، سود، جھوٹ، مکاری، فریب، چوری، ڈاکہ، قتل، اغواء کلچر کا حصہ بن

گئے۔ اور حد یہ ہو گئی سیکس ایجوکیشن لازمی کر دی گئی سترہ سال کی عمر تک سومنگ لڑکیوں کیلئے لازمی کر دی گئی، سولہ سال تک لڑکا لڑکی ماں باپ کے ساتھ تو رہیں لیکن ماں باپ کو سرزنش کا قطعاً حق نہیں ماں باپ نے اگر سرزنش کی تو مغرب کے اندھے قانون کا ابلیس حاکم ماں باپ کو جرمانہ و قید یا قید یا جرمانہ کی سزا دیگا مغرب وعدہ خلافی کو اخلاقی کمال سمجھتا ہے جسکی زندہ مثال ۱۶-F کا سودا ہے۔ مغرب کا انسان نما حیوان انسانوں کے معاشرے کیلئے خود قانون سازی کرتا ہے اور اس خباثت و زندقہ کو وہ اپنا حیوانی حق جانتا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ انسان انسان کے لئے جب قانون بنائے گا اسمیں کہیں نہ کہیں جھول ہو گا۔ اور وہی جھول اس قانون ساز گروپ یا فرد کے استحصالی جذبہ کا مظہر ہو گا۔ امریکہ اپنے لئے عورت کی حکمرانی پسند نہیں کرتا ہمارے لئے کیوں کرتا ہے؟ دیکھئے ہمارے دینی جذبہ کا استحصال کیا جا رہا ہے ہمارے دین کو متنازعہ بنایا جا رہا ہے ہمارے معاشرے کو لبرلزم اور سیکولرزم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے دینی ماحول میں سے جب جس جماعت طبقہ، خاندان اور افراد نے مغربی کلچر اپنایا اور اسے سر چڑھایا ہے پاکستان میں وہی لوگ دین اور دینی نمائندے کو الگ تھلگ کر کے وہی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں جو یورپ و امریکہ میں کھیلا جا رہا ہے اور یہ نتیجہ ہے ان مذہبی نمائندوں کی ظالمانہ سیاسی روش کا جو پی پی پی، لیگ، اے این پی اور دیگر سیاسی ملحدوں کے حلیف ہیں۔ پاکستان کی دینی شخصیتوں اور دین کیلئے مخصوص دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ ان سیاسی ملحدوں، زندیقوں اور فاسقوں فاجروں کا راستہ روکنے کیلئے متحد العمل ہو جائیں ورنہ اس حشر کیلئے تیار رہیں جو مغرب میں دین دینی تہذیب دینی تعلیم اور دینی نمائندوں کا ہوا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

بقیہ از ص ۲۹

انداز جنوں کون سا ہم میں نہیں، مجنوں ... پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

اگرچہ اس معاملہ کا خاتمہ بظاہر ناکامی و مایوسی پر ہوا، لیکن فی الحقیقت فتح و مراد کی ساری شادمانی اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی۔ اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی، اسی مایوسی سے امید کا دروازہ کھلا۔ جو تاریکی اپنی سیہ بختیوں کی رات نظر آتی تھی، وہی صبح مقصود کے طلعت جہانتاب کا نقاب ثابت ہوئی۔ گو قدم بت کدہ کی راہ پر تھے، مگر غبار مجاز دور ہوا، تو کعبۂ حقیقت سامنے تھا: یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذالک تخرجون!

کفر آوردم و در عشق تو ایماں بُردم

سارا کام پہلے سے ہو چکا تھا۔ چولہا مدتوں سے گرم تھا۔ ہوس بازی نے چنگاریوں کا کام دیا تھا۔ عشق نے شعلے بھڑکائے تھے۔ صرف اتنی بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک دیگ اتار کر دوسری چڑھا دی جائے۔ یہ کام عشق کی امیدوں سے نہ ہو سکا، تو کیا مضائقہ! عشق کی مایوسیوں نے تو پورا کر دیا:

آں نافۂ مراد کہ می خواستم زغیب ... در چینِ زلفِ آں بُتِ مشکیں کلالہ بود

قمر الحسنین

آزادی.... آزادی.... آزادی.... جشنِ آزادی

۴۸واں یوم آزادی

باغ لانگے خاں میں ایک شخص اکیلا عجیب و غریب حرکتیں کر رہا تھا کبھی وہ ناچتا تھر کتا سر جھٹکتا دوہرا ہو جاتا کبھی دائیں بائیں لڑھک جاتا کبھی چیخیں مارتا دھاڑتا کبھی دھیمی آواز میں کچھ بڑبڑاتا ایسا محسوس ہوتا اب وہ ریلیکس ہو گیا ہے اسکی حالت بہتر ہو گئی ہے مگر وہ پھر ابنارمل ہو گیا وہ بھاگنے لگا ٹانگیں ہوا میں لہرانے لگا اچھلنے کودنے لگا اسکے سارے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی وہ بری طرح ہانپنے کانپنے لگا میں ہمت کر کے اپنے دوستوں میں سے اٹھا اور اسکے قریب جا کے دیکھا وہ اچھا بھلا بڑا سمارٹ توانا شخص تھا گٹار اسکے گلے میں حمائل تھی۔ یہی کوئی اٹھارہ انیس سال کا ہو گا میں نے رکتے رکتے پوچھا نوجوان تم اکیلے یہاں کیا کر رہے ہو؟ بولا آزادی منا رہا ہوں میرے ماں باپ مذہبی جنونی ہیں وہ میری آزادی کے دشمن ہیں آج ۴۸ واں یوم آزادی ہے یہ لوگ مجھے یوم آزادی آزادانہ فضاؤں میں آزادانہ انداز میں نہیں منانے دیتے مجھے آزاد آباد (اسلام آباد) نہیں جانے دیتے اب تو حکومت نے بھی گٹار کلچر اپنا لیا ہے ۱۶ کروڑ روپے اس گرینڈ کلچرل شو پر خرچ ہوں گے یہ تاریخ کا ارتقائی عمل ہے یہ چینج آف کلچر ہے یہ بارٹ آف سولائزیشن ہے یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے، یہ کمپیوٹر ایج ہے، میرے ماں باپ رجعت پسند ہیں بلکہ فنیٹک ہیں میں تنگ آ گیا ہوں میں تنگ آ چکا ہوں اس ماحول سے ان رویوں سے مجھے آزادی چاہیئے آزادی.......... میں آگے بڑھا اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا دلاسا دیا اور اپنے ساتھ شنگریلا لے گیا وہاں مکمل آزادی تھی آزاد فضا، آزاد لوگ، آزاد ہوا، رنگ، خوشبو، مہکار چہکار، مسکراہٹیں اور قہقہے رنگ و نور کی برسات نفس نفس بھیگا بھیگا لمحوں ایسے لگا جیسے میں پاکستان میں نہیں ہوں برطانیہ میں ہوں ڈان کاسٹر کی کوئی سرد رات ہے پھر سنبھلا اور میں نے اس نوجوان کو دیکھا وہ بھی محو تھا گم تھا نہ جانے دشت امکاں میں یا سراب جاں میں۔ میں نے اسکو ہلایا وہ چونک پڑا جیسے میں نے اسے حصار ذات کی قید سے آزاد کرایا ہو وہ بڑی محبت سے بولا جی.... میں کچھ کھا پی لو وہ.... بیف اور کپ آف ٹی بس ہیں.... کچھ اور؟ وہ.... شکریہ! پندرہ بیس منٹ بعد میں اسکی طرف متوجہ ہوا موڈ ٹھیک ہے ہاں ہاں کہئیے کچھ کہنا ہے۔ میں.... ہاں۔ فرمائیے آزادی کا مطلب کیا ہے؟ بھئی آزادی سوچنے کی آزادی بولنے کی آزادی میں جو چاہوں وہ کروں اس کی آزادی میرا مطلب ہے جمہوری آزادی، شخصی آزادی.......... اور جی گھومنے پھرنے کی آزادی دیکھنے کی آزادی جسے.......... جو چاہوں کھوں روک ٹوک پابندی میں پسند نہیں کرتا! جو کچھ مجھے پسند ہے

میں اسکے حاصل کرنے میں آزاد ہوں مجھے کچھ بھی کرنا پڑے میں اسکو حاصل کر کے رہوں گا میں سمجھتا ہوں آزادی کا یہی مطلب ہے۔ میں.... آزادی سے پہلے کیا تھے۔ وہ.... غلام، میں.... کس کے؟ وہ.... فرنگی کے، میں.... وہ غلامی کیسی تھی۔ وہ.... میرے بڑوں کو پتہ ہوگا۔ میں تواس زمانے میں نہیں تھا۔ میں.... کبھی بزرگوں سے پوچھا غلامی میں کیا ہوتا تھا؟ وہ.... نہیں۔ میں.... جب تمہیں غلامی کی برائیوں کا علم نہیں تو آزادی کی اچھائیوں کا علم کیسے ہوگا۔ وہ.... ہاں یہ بات تو ہے۔ میں.... کیا پسند کرو گے کہ تمہیں دور غلامی کا کچھ حال سناؤں۔ میں نے تو وہ دور دیکھا ہے۔ وہ.... ہاں ہاں کہئے۔

انگریز ہندوستان پر ۱۸۵۷ء میں قابض ہوئے۔ وہ آئے تو تاجروں کے روپ میں تھے لیکن آہستہ آہستہ تجارت کے ذریعے اپنا کلچر متعارف کرایا۔ تاش جوا گانا بجانا، ناچنا، شراب، زنا اور اس پر مستزاد یورپ کی سیر و سیاحت اور ایک لڑکی ہمراہ۔ عقائد تباہ، اعمال غتر بود۔ انہوں نے عورت کو معاشرے میں اس انداز کی آزادی دی کہ باپ، بھائی، خاوند اسکے کسی اقدام پر اسے روک نہیں سکتے چاہے وہ بدکاری کرے کسی کے ساتھ چلی جائے کوئی اسکے پاس آجائے فرینڈشپ کی آزادی۔ ان کا کلچر قبول کرنے والے راجے مہاراجے ہندو سکھ اور نواب و رئیس مسلمان جب کلچرل ریولیوشن کے ذریعے انکے قبضے میں آگئے تو آخری جھٹکا دہلی کے تاجدار کو دیا وہ سنبھل نہ سکا اور ہندوستان انگریزوں کے تسلط میں چلا گیا آج ہمارا وطن انگریزوں کے قبضہ سے آزاد ہے مگر کلچر ہم نے وہی اپنا لیا ہے۔ جسکے ذریعے اس نے ہندوستان پر قبضہ کیا آج ہم پاکستان میں پھر سے گیمز ڈپلومیسی کے اسیر ہیں۔ شراب، زنا ناچ گانا عورت جو چاہے کرے آزادی جو چاہے کئے آزادی جو پسند کرے اسے لیکے رہے یہ تو آزادی نہ ہوئی حالانکہ بابائے پاکستان محمد علی جناح اور انکے ساتھیوں نے، مسلم لیگ کے تمام لیڈروں نے، سینکڑوں دفعہ پاکستان کے حاصل کرنے کی غرض و غایت یہی بیان کی کہ یہاں اسلام نافذ کیا جائیگا۔ یہ تو اسلام نہیں یورپین کلچر ہے اسلام میں تو یہ سب کچھ حرام ہے جو اسلام آباد میں گرینڈ کلچرل شو کے نام پر ہوا اور میڈیا پر جو مسلسل ہو رہا ہے یہ تو یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کا کلچر ہے مسلمانوں کا یہ کلچر ہرگز نہیں۔ میری گفتگو سننے کے بعد اس نے اجازت لی اور مضبوط قدموں کے نشان جماتا ہوا باہر نکل گیا پچھلے دنوں اچانک ایک آدمی مجھ سے ملنے آیا تو میں نے نہ پہچانا وہ بولا میں وہی ہوں جسے آپ نے شنگریلا میں آزادی سمجھائی تھی۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ مجھے "آزادی" سمجھ آگئی ہے۔ میں اُس کی بات سن کر تحریک آزادی کے پس منظر اور جشن آزادی کے پیش منظر میں کھو گیا......

قارئین کرام آزادی مبارک، مبارک اس لئے کہ آزادی نعمت ہے۔ اور ہمارے بزرگوں نے آزادی حاصل کرنے کیلئے بے پناہ قربانیاں دی ہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست ہوئی تو ہمارے بزرگوں نے اپنی بچی کھچی طاقت جمع کر کے انبیلہ کے مقام پر ۱۸۶۳ء میں آخری جنگ لڑی۔ لیکن فرنگی ڈیمو کریٹک چالوں، چالبازوں اور اپنے سیاسی ہتھکنڈوں سے کامیاب ہوا۔ ہمارے بزرگوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ

ہندوستان کے نودولتیے نواب، رئیس، جاگیر دار فرنگی کی غلامی قبول کر چکے تھے اور مسلمانوں کے تعاون سے ہاتھ اٹھا چکے تھے۔ مسلم امت کے یہی وہ پہلے مجرم تھے جنہوں نے انگریزی کلچر کو قبول کیا جدید تہذیبی اقدار کو نہ صرف اپنایا بلکہ رواج دیا۔ تہذیب افرنگ کے بے باس و بو چمن کی بھرپور آبیاری کی اس کے ملبوس رنگوں کے سیلِ رواں میں بہہ گئے اور اسکی لذتیت کے مخملیں عشووں میں کھو گئے ۱۸۸۳ء میں فرنگی کا قرب حاصل کرنے والوں نے ۱۸۸۶ء۔ ۱۸۹۷ء میں محسوس کیا کہ فرنگی کی غلامی قبول کرنے اور اپنے ہم مذہبوں کو بے موت مروانے کے باوجود فرنگی کی محبت ہندوؤں سے ہے ہندوؤں کو ملازمتیں، عہدے دیئے جا رہے ہیں۔ انہیں ہندوستان کی سیاسی قوت بنایا جا رہا ہے تو انکی آنکھ کھلی مگر اب پچھتائے کیا ہوتا فرنگی نے ان کے گرد اپنی غلامی کا ڈیموکریٹک جال خوبصورتی سے بن دیا تھا کہ وہ لوگ اس سے نکل نہ سکتے تھے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر انہیں انگریز کی سیاسی، تعلیمی اور تہذیبی غلامی پر قناعت کرنی پڑی۔ ان بزر جمہروں کو اتنی سی بات سمجھ میں نہ آئی کہ انگریز نے ہندوستان مسلمان سے چھینا ہے اب مسلمانوں کو ہی ان سے یہ ملک بہر صورت لینا ہے ہمارے بزرگوں کا بے وسائل طبقہ انگریز سے لڑ کر ملک لینا چاہتا تھا تہذیب افرنگ کے شکار وشاہکار ہندوستانی وڈیرے انگریز کے ساتھ لڑنا نہیں چاہتے تھے کہ انگریز کے ساتھ لڑائی میں انہیں بہت نقصان تھا انکی جاگیریں، عہدے، خطابات اور وسائل سب کچھ فرنگی چھین لیتا اور انکو ہمارے بزرگوں کی اطاعت قبول کرنی پڑتی اور یہ بات انکی انا کے خلاف تھی یہ لوگ ہمارے بزرگوں کو دقیانوس سمجھتے تھے اور دقیانوسوں کے ساتھ مل کر جہاد آزادی میں شرکت بھلا جمہوریت کے ناہموار فرزندوں کو کب گوارا تھی لہذا وڈیرہ ڈپلومیسی یہ اختیار کی گئی کہ فرنگی کیساتھ مفاہمت اختیار کی جائے جس کے نتائج بڑے خوبصورت ہوں گے ہندو فرنگی ڈپلومیسی نے اس سرزمین کو چار حصوں میں بانٹ دیا بنگال، ہندوستان، کشمیر اور پاکستان۔

پاکستان اور کشمیر کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن چکا ہے سندھو دیش، مہاجر صوبہ اور سرائیکی صوبہ انگڑائیاں لے رہا ہے اللہ رحم کرے۔ آمین

بد قسمتی سے اس ملک کو حکمران اچھا نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس ملک میں شرارت خباثت بن جاتی ہے اور خباثت فتنوں کا روپ دھار لیتی ہے۔

اللہ ہمیں اچھے عقیدے اور اعلیٰ اعمال والے حکمران دے جو عقیدے کی سچائی اور اعمال کے حسن سے سونا اگلنے والی اس سرزمین کو حسین تر بنا دے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ٹیکنالوجی اور سائنس کے اس دور میں ہمیں بہتر کردار انجام دینے کی ہمت دے۔

محترم قارئین اللہ کو صرف وہی انسان وہی جماعت وہی قوم پسند ہے جو انسان جو جماعت جو قوم وہی عقیدہ اور وہی عمل اپنائے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں سماج اور معاشرے کیلئے تہذیب و تمدن بھی دیا ہے۔

صرف عقیدہ و عبادت ہی نہیں بخشی تہذیب و تمدن اخلاقی معاملات سب کچھ عطا کیا اس سے گریز ہی فسق و فجور اور کفر ہے۔ فسق و فجور اور کفر و شرک سے خود بھی بچیں اور اپنے اہل و عیال کو بچائیں۔ کہ یہی بد عقیدگی و بدعملی کی دھکتی آگ میں ڈالے جانے کا سبب ہے۔!

ڈھانپے کفن نے داغ عیوب برہنگی
ورنہ میں ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

رنگِ سخن

مِرے ہی کوٹ کی اک جیب سے بٹوا نکل آیا
"میں الزام اس کو دیتا تھا' قصور اپنا نکل آیا"
نہ پوچھو موسم گرما میں حالت ہم غریبوں کی
"کبھو بس پڑ گیا چھالا، کبھی پھوڑا نکل آیا"
وہ پٹواری کہ جس کی دوستو گردن نہ مڑتی تھی
ہوا ہے جب سے ریٹائر تو منہ اتنا نکل آیا
نجانے کتنے لوگوں کا پیا تھا خون ظالم نے
"کہ ہر زخمِ بدن سے خون کا دریا نکل آیا"
وہ بیٹھا رو رہا ہے چار دیواری کے گرنے پر
مگر سب یار خوش ہیں کہ چلو رستہ نکل آیا
تمہیں بھی ٹیپ، ٹی وی اور وی۔ سی۔ آر۔ لا دوں گا
مری قسمت کا بھی کوئی اگر ویزا نکل آیا
وہ پیر جاہلاں جس کی قدم بوسی کو جھکتے تھے
اسی سے ہیروئین کا دیکھ لو تھیلا نکل آیا
ملی الٹی سزا مقتول کے بھائی کو اے تائب
جو قاتل تھا عدالت سے بھی وہ ہنستا نکل آیا

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

انٹرویو:
کفیل بخاری، احمد معاویہ

رئیس شعبہ دعوت وارشاد دولت اسلامی افغانستان
قاضی عبدالقادر امامی سے ایک گفتگو

قاضی عبدالقادر امامی دولت اسلامی افغانستان کے شعبہ دعوت و ارشاد کے رئیس ہیں۔ ۱۹ جولائی کو کابل میں پاکستانی صحافیوں کے ایک وفد کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب میں انہوں نے جو تقریر فرمائی وہ موجودہ حالات کے تناظر میں خاصے کی چیز ہے۔ تقریر کے اختتام پر اُن سے مختلف سوالات کئے گئے اور انہوں نے تفصیلی جوابات سے نوازا۔ جناب امامی اس لحاظ سے ربانی حکومت میں نہایت اہم شخصیت ہیں کہ وہ گلبدین حکمت یار کی حزب اسلامی کے بانی رکن ہیں۔ مگر اُن سے اختلاف کر کے ربانی حکومت میں شامل ہوئے۔ ذیل میں اُن کی تقریر اور سوالات کے جوابات من وعن نقل کئے جا رہے ہیں۔ (مدیر)

محترم پاکستانی صحافی بھائیو!

استعمار یہ جانتا ہے کہ اگر افغانستان کی اسلامی حکومت قوی ہو گئی تو تمام مسلمان ممالک کیلئے افغانستان ایک مثالی حیثیت اختیار کر لے گا لہذا انہوں نے یہ جانتے ہوئے یہاں سازشیں کیں۔ اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ہمیں لایعنی جنگوں میں مصروف کر دیا۔

ہماری یہ خواہش دوران جہاد بھی تھی اور اب بھی ہے کہ ہماری ساری توانائیاں اور طاقت کے سیاسی و دینی مفادات کی تقویت پر صرف ہوں۔ امریکی، روسی اور دیگر یورپی استعمار نے شعوری طور پر ہمارے استحکام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ تاکہ ہم اپنے بھائیوں سے تعاون نہ کر سکیں جو اس وقت مختلف خطوں میں کفار و مشرکین کے خلاف مصروف جہاد ہیں...... افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی میں داخلی وجوہات کے ساتھ ساتھ زیادہ حصہ انہی بین الاقوامی سازشوں کا ہے۔

مشرق و مغرب کے استعمار، افغانستان میں ابھی تک موجود کمیونسٹ اور کچھ ہمارے اپنے افغانیوں میں موجود ناعاقبت اندیش اور لالچی لوگ اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہم نے تو صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کیا اور جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

ولاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"

اور نہ تم پریشان ہو اور نہ غمگین اور نہ بزدلی دکھاؤ۔

ہماری خواہش کہ ہماری ساری توانائیاں امتِ مُسلمہ کیے دینی مفاد کی تقویت پر صرف ہوں

اسی طرح اور کئی جگہوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔ افغانیوں نے روسی استعمار کے خلاف انہی وعدوں کو سامنے رکھ کر جہاد کیا اور دنیا کی مثالی کامیابی حاصل کی۔

اب بھی ہم مسلمان ہونے کے ناطے اللہ کے ان وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں جہاد میں کامیابی عطا فرمائی اسی طرح ان سازشی عناصر کے خلاف بھی کامیابی عطا فرمائیگا۔ اس مشکل صورت حال سے ہمیں نجات دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ انشاء اللہ یہاں خلافت اسلامیہ قائم ہو گی۔ جو مسلم دنیا میں اسلام کی تقویت اور امت کی وحدت کا سبب بنے گی۔

کشمیری بھائیوں سے خاص طور پر گزارش کرتا ہوں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنے جہادی اقدامات کو جاری رکھیں۔ ہم پر یا کسی اور مسلمان ملک پر کلی طور پر بھروسہ نہ کریں صرف اور صرف اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور مسلمانوں کی مدد فرمائی ہے۔ ایسے ہی آپ کی بھی مدد فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ اور انکے اصحاب کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر کامیابی عطا فرمائی تو امت

افغانستان کی موجودہ خانہ جنگی میں بین الاقوامی سازشوں کا حصہ ہے

محمدیہ کو بھی ضرور کامرانی سے نوازے گا۔

چونکہ ہم نے دوران جہاد خود اس بات کا تجربہ و مشاہدہ کیا ہے اس لئے میں اسے خاص طور پر کہہ رہا ہوں۔ ہم نے کسی مسلمان پر تکیہ نہیں کیا۔ اپنی شکست و فتح کا انحصار کسی انسان پر نہیں کیا اور نہ ہی اپنی چشم امید کو ان کی طرف اٹھایا۔ استعمار کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مادیت کے ذریعے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مسلمان کے اعتقاد کو ختم کر کے اس کی نظر مادی ترقی کی طرف لگا دیتا ہے۔ جس وقت مادیت کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ تو ان میں اختلاف و انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب دولت آتی ہے تو بھائی بھائی میں اور دوست دوست میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دین کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے انسانوں کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ جیسا کہ اوس و خزرج جو باہم دشمن تھے دین کی نسبت سے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اسی طرح دیگر قبائل عرب جن کی صدیوں دشمنیاں چلتی تھیں یک جان ہو گئے۔ اور اگر اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی محبت دل میں پیدا ہو گی تو ایسے ہی دشمنی پیدا ہو گی جیسے آپ کو افغانستان میں مختلف گروپوں کے درمیان نظر آتی ہے۔

خدانخواستہ جیسے یہاں بعض جاہ طلب لیڈروں کی وجہ سے آپس میں دشمنیاں ہیں ایسی ہی آزادی کے

بعد کشمیر میں بھی شروع ہوجائیں۔ یہ اسوقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ سے رابطہ منقطع ہوجائے اور ماسوا اللہ پر اعتماد قائم ہوجائے۔ آپ اگر ہماری مشکلات کو جاننا چاہیں تو اس کی ایک ہی وجہ آپ کو نظر آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ رابطہ کم ہوگیا اور ماسوا اللہ سے بڑھ گیا۔

ہم ایک اللہ کی غلامی سے نکلے تو کئی خداؤں کی غلامی کے اسیر ہوگئے، ہم نے اللہ کے اوامر کو چھوڑ دیا اور غیر اللہ کے اوامر کی متابعت کرنے والے بن گئے۔

افغانستان کے مسلمانوں کی شہادت کی اصل وجہ یہ ہے۔

ہم نے دورانِ جہاد صرف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت پر بھروسہ کیا

جب ہم مسلمان کہلا کر غیر اللہ سے تعلق قائم کریں گے تو پھر اللہ کی سزا آئے گی۔ گھر ویران ہوں گے۔ بچے بوڑھے اور عورتیں بے گھر ہوں گی۔ لوگ آپس میں لڑیں گے آپ دیکھ لیں کہ وہ مجاہدین جو کل تک کفار و مشرکین اور ملحدین سے لڑ رہے تھے آج اپنے ہی بھائیوں کو قتل کر رہے ہیں۔

ہمارا وہ جہاد جس نے پوری کافر دنیا کو ہلا دیا اور مسلمانوں کو جگا دیا۔ جس نے آزادی و استقلال کا سبق دیا مسلمانوں میں اسلام خواہی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور معنوی نظر سے ہم پورے جہان پر حاکم ہوگئے۔ آج وہ جہاد ساری دنیا میں بدنام کر دیا گیا ہے۔ کل جو لوگ مجاہدین کیلئے آنسو بہاتے تھے آج ان سے نفرت کرنے لگے۔ یہ سب کچھ استعمار کی سازشوں کا نتیجہ ہیں اور مسلمانوں میں مادیت پسند، خود پسند، اور جاہ طلب اور ان کے غیر اللہ کیساتھ روابط کی وجہ سے ہوا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی جبین نیاز جھکا کر التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنا اور نبی کریم ﷺ کا مطیع و فرمانبردار بنائے اور ہمیں مشکلات سے نجات دے تاکہ ہم دنیا بھر کے جہادی لشکروں کی مدد کر سکیں اور ان کے شانہ بشانہ جہاد اسلامی میں حصہ لے سکیں۔ ہم اس کے فضل و کرم کے طالب ہیں اور اسی کی فتح و نصرت چاہتے ہیں۔

جناب عبدالقادر امامی نے اپنی تقریر کے بعد احباب کو سوالات کی اجازت دی تو ان سے افغانستان کے

حکمت یار افغانستان کا مسعود رجاوی ہے

حوالے سے مختلف سوالات کئے گئے۔ جن کے انھوں نے مفصل جوابات دیئے۔ ہم اسے من و عن ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

نقیب: آپ کا یہاں کس جماعت کیساتھ تعلق ہے؟

امامی: حزب اسلامی کیساتھ میرا تعلق تھا اور ہے۔ میں حزب اسلامی کے بانیوں میں ہوں۔

نقیب: اس کا مطلب ہوا کہ آپ کا حکمت یار سے اختلاف ہے۔

امامی: ہاں پہلے بہت اچھے تعلقات تھے مگر اب وہ صورتحال نہیں۔

نقیب: اس کی کوئی خاص وجہ

امامی: اگر آپ میری تقریر پر غور فرمائیں تو ہر بات آپ پر واضح ہو جائیگی کہ میرے تعلقات اس کیساتھ اچھے کیوں نہیں۔

نقیب: موجودہ جنگ کی بنیاد اور وجہ کیا ہے، یہ کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ اور امن کیسے بحال ہو سکتا ہے؟

امامی: میں سمجھتا ہوں کہ غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری، حب جاہ و دولت اسکے بنیادی اسباب ہیں اور یہ جنگ اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے کہ جو لوگ غیر اللہ سے تعلق استوار کر چکے ہیں۔ وہ اسے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے

واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقو....... اور.......

انماالمؤمنون اخوة

کو مضبوطی سے پکڑیں۔ آپس میں بھائی بھائی بن جائیں۔ بیرونی طاقتوں کے اشاروں پر چلنا چھوڑ دیں تو امن

میں پاکستان اور افغانستان کے لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتا

قائم ہو جائے گا۔

اس جنگ کے ظاہری عوامل بھی ہیں....... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حب الدنياراس كل خطيئة

"دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے" جب انسان اپنا تعلق دنیا سے کر لیتا ہے تو اس سے ہر خطا صادر ہونے لگتی ہے۔ اس سے قتل، زنا، چوری، ڈاکہ زنی اور ظلم صادر ہوں گے۔ ظاہری طور پر کہا جا سکتا ہے طلب اقتدار نے یہ برے دن دکھائے۔ ایک شخص جب یہ خواہش کرتا ہے کہ چونکہ فلاں شخص صدر ہے تو میں ہر صورت میں وزیر اعظم بنوں گا۔ خواہش بری نہیں لیکن اسکی تکمیل کیلئے نہایت برے اور غلیظ طریقے اختیار کرے گا تو یقیناً جنگ ہو گی۔

اسلام میں ایمان کے دو مرحلے ہیں۔ احسان اور ایثار۔ احسان یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کیساتھ نیکی کرے۔ اور ایثار یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کے حق میں اپنے حصہ سے دستبردار ہو جائے۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ صدر اسلام میں ایک غزوہ میں مجاہدین زخمی ہو گئے۔ تلواروں کے زخموں سے

حکمت یار نے کہا کہ "میں حسین کے برابر ہوں اور میرے مقابل شمر و زیاد ہیں"

خون جاری ہے، جانکنی کا عالم ہے، گرمی اپنی شدت پر ہے صحرا کی تپتی ریت ہے، اس حالت میں بھی اسلام نے ان کو یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ جس حالت میں آدمی ایک گھونٹ پانی کے حصول کے لئے پوری دولت داؤ پر لگا دیتا ہے۔

ایک مجاہد پانی لیکر آیا تو اس نے کہا میرے ساتھ والے مجاہد کو پانی پلاؤ۔ وہ دوسرے کے پاس گیا تو اس مجاہد نے تیسرے کے پاس بھیج دیا۔ تیسرے کے پاس گیا تو وہ شہید ہو چکا تھا۔ واپس پلٹ کر دوسرے مجاہد کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ اس شہید کو چھوڑ کر پہلے کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ یہ ایثار ہے۔

ایثار یہ ہے کہ انسان اپنا حق دوسرے بھائی کیلئے چھوڑ دے۔ اور احسان یہ کہ اپنے بھائی کیساتھ نیکی کرے۔ احسان اسلام و ایمان کا مرتبہ اول ہے۔ اور ایثار ایمان و اسلام کی آخری درجہ کی ثموت ہے۔

ایثار یہ ہے کہ اگر تو وزیر اعظم ہے صدر نہیں جبکہ صدارت تیرا حق ہے تو تو اپنے بھائی کے حق میں دستبردار ہو جا۔

لیکن اس کے برعکس جارحیت کا ارتکاب کر کے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

پاکستان اور افغانستان کے حق میں دو جماعتیں ظلم کر رہی ہیں افغانستان کے حق میں حکمت یار اور اسکی حزب اسلامی اور پاکستان کے حق میں آئی ایس آئی۔ میں حکمت یار سے سوال کرتا ہوں کہ دو سال ہو گئے ہیں

جماعت اسلامی نے ہمارے خلاف لڑنے کیلئے نوجوان بھیجے

او وہ مسلسل کابل پر راکٹ پھینک رہے ہیں۔ آخر یہ اتنا اسلحہ کہاں سے آ رہا ہے۔ ہمارے پاس شواہد موجود ہیں کہ آئی ایس آئی حکمت یار کو اسلحہ دے رہی ہے۔ اور اس طرف حکومت ہے اسکے پاس تو اسلحہ کے ہر طرح کے ذخائر ہیں۔ یہاں حکومت فوجیوں کو بمشکل تنخواہ دیتی ہے جبکہ حکمت یار اپنے سپاہیوں کو ڈیڑھ ہزار سے پانچ ہزار تک پاکستانی روپے تنخواہ دیتا ہے۔ یہ کہاں سے آتا ہے یہ راشن وغیرہ کے علاوہ ہے۔ ایسا کوئی اور جماعت کیوں نہیں کر سکتی۔ مولوی محمدی نبی، مولوی یونس خالص کیوں اپنے افراد کو اتنی تنخواہ نہیں دے سکتے۔ مولوی حقانی اپنے مجاہدوں کو اسقدر تنخواہ کیوں نہیں دے سکتا۔

یہ سوال استاد ربانی نے نواز شریف اور شہزادہ ترکی فیصل سے بھی کیا تھا اور وہ پریشان ہو گئے تھے۔
میری پاکستان کی حکومت اور تمام دینی اور سیاسی جماعتوں سے اور پوری عوام سے درخواست ہے کہ وہ آئی ایس آئی کو قائل کریں کہ وہ جو دو ملتوں کے درمیان اخوت کا راشتہ پیدا ہوا تھا ختم کرنے کی کوشش نہ کرے۔

میں جب کمیونسٹوں کی قید سے رہا ہوا تو افغانستان سے ایران گیا میں سجدہ شکر بجا لایا کہ میں ایک آزاد اور اسلامی ملک میں داخل ہو گیا ہوں یہ میرا پہلا احساس تھا۔ تب ایران عراق جنگ جاری تھی اور میرا خیال تھا کہ جب بھی موقع ملا ایران کی طرف سے عراق کے خلاف لڑوں گا۔ تا کہ اسلامی ملک کا دفاع ہو۔ لیکن جب میں نے ان کے اعمال دیکھے اور اخلاق کو پرکھا، ان کے عقائد و نظریات کا مطالعہ کیا تو پھر میرا یہ احساس نہ رہا۔ ایران اور ہمارے درمیان عقائد و نظریات، احساسات اور اعمال کا بنیادی فرق ہے۔
میں نے تیرہ سال پاکستان میں گزارے ہیں اور خدا گواہ ہے کہ میں پاکستان اور افغانستان کے لوگوں کے درمیان کسی قسم کا کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ اور بھی جن لوگوں نے پاکستان میں مہاجرت کے دن گزارے ہیں۔ ان کا بھی یہی احساس تھا۔ لیکن اب آئی ایس آئی اور جماعت اسلامی کی مہربانیوں کی وجہ سے صورت حال مختلف ہے۔ آپ کابل کے بازاروں میں جائیں اور پاکستان کا نام لیں تو آپ لوگوں کے تاثرات منفی پائیں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے ہمارے گھروں اور بازاروں کو پھر سے اجاڑ دیا ہے۔ آئی ایس آئی حکمت یار کو امداد دے کر افغانستان کیساتھ برائی نہیں کر رہی بلکہ پاکستان کے عوام اور پاکستان کے ماحول کیساتھ دشمنی کر رہی ہے۔ اس کی مصلحت و منفعت کیساتھ دشمنی کر رہی ہے۔ ہم انشاء اللہ بالآخر اس مشکل سے بھی نکل جائیں گے۔ خدارا آئی ایس آئی ان پاکیزہ احساسات کو ختم نہ کرے جو ہمارے دلوں میں پاکستان کے

قلعہ بالاحصار سے ہمیں برہنہ پھانسی شدہ عورتیں ملیں

بارے میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ نہ ہو کہ وہ اپنے دوستوں کو اپنا دشمن بنا لے۔
نقیب: مگر پاکستانی عوام تو آئی ایس آئی کا حصہ نہیں۔ کسی ایک تنظیم کی وجہ سے پوری قوم کو مورد الزام ٹھہرانا تو درست نہیں؟ آخر جہاد افغانستان میں پاکستانی قوم کا بہت بڑا حصہ ہے۔
امامی: چند آدمیوں کو تو سمجھایا جا سکتا ہے۔ کہ پاکستانی عوام ہماری دشمن نہیں مگر اتنے لاکھوں انسانوں کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ اب یہاں ایک لڑائی میں چند پاکستانی نوجوان پکڑے گئے۔ انہوں نے ٹیلی ویژن پر بتایا کہ ہمیں یہاں جہاد کشمیر کی ٹریننگ کیلئے جماعت اسلامی نے بھیجا جبکہ یہاں ٹریننگ کے دوران ہی ہمیں حکومت کے خلاف کھڑا کر دیا گیا۔ اب یہاں کے عوام تو اس سے یہی تاثر لیں گے کہ پاکستانی عوام بھی افغانیوں کے خلاف ہے۔

حکمت یار افغانستان کا مسعود رجاوی ہے۔ جس طرح مسعود رجاوی نے اپنی غلط روش سے ایران میں اپنے مقام کو ختم کیا۔ اسی طرح حکمت یار نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ اگر لوگوں سے رائے لی جائے وہ کسی ہندو سکھ کیلئے تو رائے دیں گے مگر حکمت یار کیلئے رائے نہیں دیں گے۔ حکومت اور عوام اسے ملک کا باغی قرار دے چکے ہیں۔

چونکہ میں حزب اسلامی میں پچیس سال تک رہا ہوں میں کسی بھی معاملہ میں استاذ ربانی کا دفاع نہیں کرتا لیکن اتنی بات ہے کہ حکمت یار کے دوستم اور کارمل کو اپنے ساتھ ملالینے کے باوجود استاذ ربانی کی اب بھی یہ خواہش ہے کہ وہ حکمت یار سے مل بیٹھیں۔ اور جو وہ چاہتا ہے ان مسائل کو حل کر دیں۔ مگر استاذ ربانی کا کہنا ہے کہ میں یہ اسوقت کروں گا جب حکمت یار دوستم اور کارمل کو اپنے سے علیحدہ کرے گا۔ ہم کمیونسٹ ملیشیا کے خلاف جنگ کریں گے اور وہ جہاد ہوگا۔ مگر حکمت یار اس پر تیار نہیں ہے۔

دوستم اور کارمل اب حکمت یار کے دوست ہیں

یوم عاشورہ کو حکمت یار نے شیعوں کے امام باڑہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں حسینؓ کے برابر ہوں اور میرے مقابل شمر و زیاد ہیں۔

یہاں قلعہ بالاحصار ہے پہلے اس پر حکمت یار کے فوجیوں اور شیعوں کا قبضہ تھا۔ جب یہ قلعہ فتح کیا گیا بہت سے زیر زمین کمرے برآمد ہوئے جن میں عورتوں کو ننگا کر کے رکھا گیا تھا۔ ہمارے فوجیوں نے ان کو اپنے زائد کپڑے دیکر ان کا ستر ڈھانپا۔ اور کئی جگہوں پر پھانسی شدہ عورتیں ملیں جو ننگی تھیں۔ ان کو ننگا کرنے کے بعد جو کچھ کیا گیا وہ خود محسوس کرلیں۔ اب فرمائیے حکمت یار کے پاس اس بات کی کیا توجیہہ ہے۔

قاری رحمت اللہ جو حزب اسلامی میں تھے اور قندوز کے والی بھی۔ نہایت شریف اور ملنسار انسان ہیں۔ ان کے شہر پر شیعوں اور حزبیوں کا چند روز کیلئے قبضہ ہوا تو انہوں نے عورتوں لڑکوں اور بچوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ انہیں قتل کیا۔ عورتوں کیساتھ زنا کیا۔ قاری رحمت اللہ صاحب نے وائرلیس پر حکمت یار کیساتھ رابطہ کیا تو اس نے جواب دیا کہ گزارہ کرو۔ یہ بات آن دی ریکارڈ ہے۔ اور ہمارے پاس مکمل کوائف اور تفصیل موجود ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

نقیب: ہندوستان کے ساتھ آپ کے تعلقات کی گونج آجکل سنائی دے رہی ہے۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے۔

مجددی: جہاں تک دوستی کا تعلق ہے تو ہماری دوستی کسی کافر ملک کیساتھ نہیں ہے قرآن پاک میں حکم ہے کہ کفار کو اپنا دوست مت بناؤ۔ باقی ڈپلومیٹک روابط تو اسوقت ہمارے روس کیساتھ بھی ہیں جس سے ہم چودہ

پاکستان اور افغانستان کے حق میں حزبِ اسلامی اور آئی ایس آئی ظلم کر رہی ہیں

سال تک لڑتے رہے۔

یہاں گورونانک کے جنم دن پر سکھوں کا پروگرام تھا جس میں بھارتی قونصلیٹ بھی آیا۔ تو وزارت دعوت و ارشاد کی طرف سے مجھے بھی جانا پڑا۔ وہاں پر انڈین قونصلیٹ نے بھی تقریر کی اور میں نے بھی۔ قونصلیٹ نے اپنی تقریر میں الزام لگایا کہ آپ نے ہمارے دھرم سالہ کو راکٹ سے تباہ کیا ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہر طرف سے جو راکٹ آتے ہیں ان کا کوئی نشانہ نہیں ہوتا۔ وہ تو کسی جگہ بھی لگ سکتا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے ملک میں ہماری مسجد کو عمداً گرایا ہے۔ اور اس بات کا زخم کسی بھی مسلمان کے دل سے نہیں جائیگا۔ اس پر ہماری آپس میں تو تکار بھی ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا مسجد شعائر اللہ میں سے ہے تم نے جان بوجھ کر اسے شہید کیا۔ حملہ آوروں کی سرپرستی کی یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا۔ ایک طے شدہ پروگرام تھا۔ اس حادثہ پر ہمارے دل زخمی ہیں اور مسجد کی دوبارہ تعمیر کے بغیر ہمارے زخم مندمل نہ ہوں گے۔ میں نے کہا کہ اب تم ہمارے انتقام کا انتظار کرو۔

اس ایک بات سے ہی ہمارے تعلقات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ دراصل افغانستان کیلئے بھارتی اسلحہ کی امداد کا پروپیگنڈہ کر کے ہمارے جہاد کو بدنام اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کی سازش کی گئی ہے اس میں قطعاً صداقت نہیں۔

افتتاح

"العتیق"
سلطان احمد روڈ،
رحمان پورہ، اچھرہ
لاہور

دفتر مجلسِ احرارِ اسلام
لاہور

۲۷/ستمبر ۱۹۹۴ء
بروز منگل،
بعد نمازِ مغرب

درسِ
قرآنِ کریم
ابن امیر شریعت
سید عطا المحسن
بخاری مدظلہ،

الداعی: میاں محمد اویس۔ ناظم مجلس احرار اسلام لاہور۔ فون نمبر 876620

تبرکات آزاد

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

فتح و کامرانی کا دارومدار

یہ غریب الدیار عہد و ناآشنائے عصر و بے گانۂ خویش و نمک پروردۂ ریش، معمورۂ تمنا و خرابۂ حسرت کہ موسوم بہ احمد و مدعو بابی الکلام - ۱۸۸۸ء مطابق ذوالحجہ ۱۳۰۵ھ میں ہستی عدم سے اس عدم ہستی نما میں وارد ہوا، اور تہمت حیات سے متہم - الناس نیام، اذا ماتوافانتبھوا۔

شورے شدواز خوابِ عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی است شبِ فتنہ، غنودیم

والد مرحوم نے تاریخی نام "فیروز بخت" رکھا تھا، اور مصرعہ ذیل سے ہجری سال کا استخراج کیا تھا:

"جواں بخت و جواں طالع، جواں باد"!

ساری فیروز بختی و جواں طالعی کا معاملہ آج نہیں کل فیصل ہونے والا ہے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ اصلی فیروزمندی وہاں کی فیروزمندی ہے، اور جواں بخت وہی ہے جو اس آنے والے دن کی آزمائش میں پورا اترے۔ لکل امری منھم یومئذٍ شان یغنیہ! اگر وہاں روحٌ وریحانٌ و جنت نعیم اور فوز عظیم کی فیروزی و کامرانی ہاتھ آئی، تو پھر بخت بخت ارجمند ہے اور طالع طالع بلند۔ لیکن اگر وجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اور لابشری یومئذ للمجرمین کی رسوائی و مایوسی ملی، تو پھر نہ اس حرمان نصیبی کے لئے کبھی امید ہے، نہ اس ماتمِ حسرت کے لئے کبھی خاتمہ بختِ اسکندری و تختِ جمشیدی بھی ہاتھ آئے، تو لے کر کیا کیجئے!

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
دل و دیں "راہمہ دربازم و توفیر کنم"!

آبائی وطن دہلی مرحوم ہے:

سلام علی نجد، ومن حل بالنجد!

مگر وطن مادری سرزمین مطہر طیبہ، و دارالہجرتِ سید الکونین و شہرستانِ نبوت و وحی ہے، قبلۂ عبادت گزاران عشق، و کعبۂ نیازمندان شوق - علی صاحبھا الصلواۃ والتحیۃ؛

دارم دلے گرداں، کہ من قبلہ نمای خواہمش

رُوسُوے ابرویش کند، ہرچندمی گردانمش

اور وطنِ حقیقی کی نسبت کیا کہیئے کہ بحکم کن فی الدنیا کانک غریب ہم سب غربت سرائے ارضی کے آوارہ و مسافر۔ تمام مسافرانِ ہستی ایک ہی قافلہ غربت کے رہ سپار۔ سب کو ایک ہی مستقر و موطن درپیش۔ البتہ کسی کے لئے ساءت مستقرا ومقاما میں داخل، اور کسی خوش نصیب کے لئے حسنت مستقرا ومقاما۔

ابرح مایکونْ الشرق یوما

اذا دنت الخیام من الخیام

مولد و منشاء طفولیت وادی غیر ذی ذرع"عند بیت الله المحرم ہے۔ یعنی مکہ معظمہ زادالله شرفاو کرامتہ۔ محلہ قدوہ۔ متصل باب السلام:

بلادبها تمت علی تمائمی

واول ارض مس جلدی ترابها!

اس وقت کہ ۱۳۳۵ھ قریب الاختتام ہے، قافلہ برق رفتارِ عمر منزلِ ثلاثین تک پہنچ چکا:

یقولون هل بعد الثلاثین ملعباً؟

فقلت وهل قبل الثلاثین ملعتاً؟

قریب ہے کہ چشم زدن میں یہ منزل کبھی پیچھے رہ جائے، اور آگے کا حال کچھ معلوم نہیں:

پہلے مجسم امید تھا: اب سرتاسر حسرت ہوں

مختصر حالِ چشم و دل یہ ہے

اِس کو آرام، اُس کو خواب نہیں!

اس پر بھی اگر داستان سرائی کا شوق ہو، تو ان پورے تیس برسوں کی سرگزشت سن لیجئے۔ حکایت برق و خرمن کوئی افسانہ دراز نہیں جس کے لئے پوری رات آنکھوں میں کاٹنی پڑے۔ صرف ایک نالہ گرم اور آہ سرد میں پوری حکایت ختم ہے:

ہمسایہ شنید نالہ ام، گفت

"خاقانی را دگرشب آمد!"

ایک صبح امید تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئی:

ہم چو عبیدے کہ در ایامِ بہار آمد و رفت!

ایک شام مایوسی تھی جس کی تاریکی کو امید کا کوئی چراغ روشن نہ کرسکا:

بجھا ہے دل جب سے مجھ حزیں کا، چراغ جلتا نہیں کہیں کا!

یا امید و حسرت کے دو دن، ایک ہوس تعمیر میں بسر ہوا، ایک ماتم تخریب میں۔ ایک دن تنکے چنتے رہے، دوسرے دن دیکھا، تو راکھ کا ڈھیر تھا۔ جس پر خوب جی بھر کے آنسو بہائے:

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است!

اور دراصل اس شعبدہ گاہ ہستی کی بڑی سے بڑی مہلتوں کا بھی یہی حال ہے۔ لم یلبثو الاعشیتہ اوضحاھا اور قالوالبثنا یوماً او بعض یوم۔

عہد طفلی ایک خوابِ عیش تھا:

حیف صد حیف کہ مازود خبر دار شدیم!

آنکھیں کھلیں تو عہد شباب کی صبح ہو چکی تھی، اور خواہشوں اور ولولوں کی شبنم سے خارستانِ ہستی کا ایک ایک کانٹا پھولوں کی طرح شاداب تھا۔ اپنی طرف دیکھا، تو پہلو میں دل کی جگہ سیماب کو پایا۔ دنیا پر نظر ڈالی، تو معلوم ہوا کہ اس صبحِ فریب کے لئے نہ تو سوز و تپش کی دوپہر ہے، نہ ناامیدی و ناکامی کی شام۔ یہ سارا شہرستان امید اور نگار خانہ نظر فریب صرف ایک ہمارے ہی دیدہ و دل کی کام جوئیوں کے لئے بنا ہے، اور گویا گوشہ گوشہ اور ذرہ ذرہ ہماری ہوس ناکیوں کے لئے چشم براہ ہے۔ جس طرف کان لگایا، یہی صدا سنائی دی۔ معلوم نہیں اپنی ہی گنبدِ غفلت اور ہنگامہ ہوس کی گونج تھی، یا نو گرفتارانِ طلسم شباب کی ہوش ربائیوں کے لئے خودساز ہستی کا نوائے فریب ہی یہی ہے:

شہریست پر زخوباں، وزہر طرف نگارے

یاراں صلائے عام ست گرمی کنید کارے!

جس طرف نظر اٹھائی، ایک صنم آباد الفت و پرستش نظر آیا۔ جس میں مندروں اور مورتیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہر مندر جبین نیاز کا طالب۔ ہر مورتی دل فروشی و جاں سپاری کیلئے وبال ہوش۔ ہر جلوہ برق تمکین و اختیار۔ ہر نگاہ بلائے صبر و قرار:

الفراق اے صبر و تمکیں! الوداع اے عقل و دیں!

جس راہ میں قدم اٹھایا، زنجیروں اور کمندوں نے استقبال کیا۔ جس گوشے میں پناہ لی، وہی زندانِ ہوش و آگہی نکلا۔ ایک قید ہو تو ذکر کیجئے۔ ایک زنجیر ہو، تو اس کی کڑیاں گنیے۔ دل ایک تھا، مگر تیر ہزاروں ہاتھوں میں تھے۔ نظر ایک تھی، مگر جلووں سے تمام عالم معمور تھا۔ ہر کشش نے اپنا تیر چلایا۔ ہر رہزن نے اپنی کمند پھینکی۔ ہر فسوں ساز نے اپنا افسونِ محبت پھونکا۔ ہر جلوۂ ہوش ربا نے صرف اپنے ہی دامِ الفت میں اسیر اور اپنی ہی فتراک اسیری کا نخچیر رکھنا چاہا:

وائے بر صید کہ یک باشد و صیادے چند!

کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا، تو سر بلندی و سرفرازی کے لیے دل خون ہوا۔ کبھی سبزہ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑ گئی، تو اپنے پندار و خود پرستی پر شرم آئی۔ کبھی بادِ صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی، آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہواسمائی۔ کبھی آبِ رواں کی بے قیدی و بے تعینی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا۔ پھولوں کو جب کبھی مسکراتے دیکھا، تو اپنی آنکھوں نے کبھی رونے میں کمی نہ کی، اور درختوں کو جب کبھی جنبش ہوئی، شاخوں نے جھوم جھوم کر وجد کیا، تو اپنی سنگینی و بے حسی بھی ضرور یاد آ گئی۔ غرض کہ نہ تو اسباب میں کمی تھی اور نہ استعداد بالکل مفقود تھی۔ بجلیاں کوندتی رہیں۔ بادل گرجتے رہے۔ لیکن افسوس کہ نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پشتِ غفلت کسی بڑے ہی سخت تازیانے کا انتظار کر رہی تھی:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی، ورنہ سدا
در قبول تو اس آرزو میں باز رہا!

بہتر یہ ہے کہ صاف صاف ہی کہہ دیا جائے:

ہاں! بانگ بلندست ایں، پوشیدہ نمی گویم!

گمراہیِ عمل کی آخری حد فسق ہے اور گمراہیِ اعتقاد کی الحاد۔ سو فسق و الحاد کی کوئی قسم ایسی نہ تھی جس سے اپنا نامہ اعمال خالی رہا ہو، اور فسق خود بھی ایک کامل قسم کا عملی الحاد ہے:

چو پرسش کنم روزِ حشر خواہد شد
تمکاتِ گناہانِ خلق پارہ کنند!

قبل اس کے کہ ہم پر شہادت دی جائے، بہتر ہے کہ خود آپ ہی اپنے لئے شاہد بن جائیں۔ اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ اور ہم شہادت دیں یا نہ دیں، خود ہمارا وجود ہی سرتاپا شہادت ہے۔ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرہ ولوالقیٰ معاذیرہ۔ ہاتھ پاؤں کی شہادت پر تعجب کیوں ہو! جب اس دنیا ہی میں دیکھ رہے ہیں کہ اس کا ہر لحہ یوم الاشہاد کا حکم رکھتا ہے، اور خود ہمارا قرین بغل ہی دم بدم شہادت دے رہا ہے۔ لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ۔ البتہ ساری ہلاکت اس میں ہے کہ ہنگامۂ غفلت و خود فراموشی میں نفس لوامہ کی صدائے شہادت بہت کم کانوں تک پہنچتی ہے۔ اور پہنچتی ہے، تو خود ہمارے ہی ہاتھ سرشاری و بدمستی کے نقاروں پر اس زور سے پڑ رہے ہیں کہ ان کے شور و غل میں یہ سرگوشیِ ملامت کب کام دے سکتی ہے! الا یہ کہ صیحۃً واحدۃً فاذاھم خامدون! کی گھڑی سر پر آ جائے۔

گوشت از بارِ در گراں شدہ است
نشنوی نالہ و فغانِ مرا!

لیکن دنیا کی ساری سچائیوں اور یقینیوں سے بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ:

کار سازِ مابفکرِ کارِ ما
فکرِ ما درکارِ ما آزارِ ما!

اور اس راہ کی نیرنگیوں کا کچھ عجب حال ہے:

کہ علم بے خبر افتاد و عقل بے حس شد!

ہر چند راہ ایک ہی ہے، لیکن کرشمے بے شمار ہیں۔ اور گو ہوش سب کھوتے ہیں مگر ایک ہی جلوے سے نہیں:

اے ترا باہر دلے رازے دگر!
ہر گدا را بردرت نازے دگر!

کوئی پکارتا ہے اور دروازہ نہیں کھلتا۔ کوئی بھاگتا ہے اور اس پر کمند پھینکے جاتے ہیں۔ قانون طلب دستی سے انکار نہیں لیکن اگر وہ بے طلب دینا چاہے، تو اس کا ہاتھ پکڑنے والا کون ہے؟" ان لوبکم فی ایام دھرکم نفحات۔ الافتعرضو الها"

کارِ زلف تست مشک افشانی، اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے برآ ہوے چیں بستہ اند!

غرض کہ اپنی غفلت پرستیوں کا تو یہ حال تھا۔ لیکن ادھر کار فرمائے غیب کا فیصلہ کچھ دوسرا ہی ہو چکا تھا۔

بہ دور گردیِ من از غرورمی خندد
حریف سخت کمانے کہ درکمیں دارم

ناگہاں جاذبہ توفیق الٰہی پردۂ عشقِ مجاز میں نمودار ہوا، اور ہوس پرستی کی آوارگیوں نے خود بخود شاہراہِ عشق و محبت تک پہنچا دیا۔ آگ لگتی ہے تو رفتہ رفتہ شعلے بھڑکتے ہیں۔ سیلاب آتا ہے، تو بتدریج پھیلتا ہے۔ یہ تو ایک بجلی تھی جو آناً فاناً نمودار ہوئی، چمکی، اور دیکھا تو خاک کا ڈھیر تھا:

می گزشتم زغم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

اصل میں منزلیں تین ہی ہیں۔ ہوس، عشق، حقیقت:

حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست
خام بُدم، پختہ شدم، سوختم

اور یہاں عشق سے مراد عشق محدود و ناقص یعنی مجاز ہے، نہ کہ علی الاطلاق، کیونکہ اس اعتبار سے تو اول و آخر جو

کچھ ہے، عشق ہی ہے۔ تمام کائنات ہستی میں بجز اس کے ہے اور کون؟ آسمانوں کا ستون ہے۔ تو یہی ہے، زمین کا مدارومحور قائم ہے، تو اسی کے دم سے۔ دنیا میں جس قدر ظاہر ہے، یہی ہے، جس قدر باطن ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ تمہاری نگاہ وحدت نا آشنا نے ایک ہی حقیقت کو طرح طرح کے ناموں سے موسوم کر دیا ہو۔ کتنے ہی پردے ہیں، جو اسی کج نظری و کثرت بینی نے جمالِ حقیقت یگانہ و یک رنگ پر ڈال رکھے ہیں، ورنہ:

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر توآں

ہر کجامی نگری، انجمنے ساختہ اند

اصل یہ ہے کہ اس راہ کی کامیابی کا سارا دارومدار قطع و وصل اور شکستگی و پیوستگی پر ہے۔ اور قرب ایک منزل ہے جس تک پہنچنے کی راہ بُعد ہی میں سے ہو کر نکلی ہے۔ یعنی ایک سے ملنے کے لئے سب کو چھوڑنا اور ایک سے جڑنے کے لئے سب سے کٹنا۔ اس دروازہ کا کھلنا اس پر موقوف ہے کہ وہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں جو پہلے کھول لئے گئے تھے:

درقبولِ نظرِ عشق ہزاراں شرط ست

اول از عافیتِ رفتہ ندامت باشد

انسان کی محبوبات و مالوفات کے الکاؤ ایک نہیں بیشمار ہیں۔ اس کی گردن (میں) الفتوں کی طوق کا بوجھ ہے۔ اس کے پاؤں علائق کی زنجیروں سے گراں بار، اس کا دل چاروں طرف سے صدہا قسم کی کششوں کا نشانہ، ہر زنجیر کے بندھن پر مرتا اور ہر علاقہ کی الفت میں اسیر رہنا چاہتا ہے: زُیّن للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلک متاع الحيوة الدنيا تواب اصل کام یہ ہوا کہ یہ ساری بندشیں کٹیں اور پرستش ماسوی اللہ کی ساری زنجیریں ٹوٹیں۔ اس کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ایسا کوئی طاقتور ہاتھ آمادۂ عقدہ کشائی ہو کہ گن گن (کر) ایک ایک گرہ کھول دے۔ ایک کے بعد ایک، ساری زنجیریں کھلتی جائیں۔ یا پھر ایک تلوار چمکے، جس کا ایک ہی بھرپور ہاتھ چشم زدن میں ساری بندشوں اور زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے۔ نہ ناخنِ گرہ کشا کی منت پذیری، نہ زنجیروں کی حلقہ شماری کی انتظاری۔ ایک سوکھی لکڑی کے جلانے کے لئے ہزاروں تدبیریں کیجئے جب کہیں آگ سے دھواں اُٹھے۔ لیکن معلوم ہے کہ ہزاروں آشیانوں اور خرمنوں کے لئے بجلی کی ایک ہی نظر شعلہ بار کافی ہوتی ہے:

گفتم چگونہ می کشی و زندہ می کنی؟

ازیک نگاہ گشت، جوابے دگر نہ داد

قطعِ علائق اور دفعِ موانع کی جتنی راہیں سعی و ہمت اور طلب و جستجو سے پیدا کی جاتی ہیں، سب پہلی صورت میں

داخل ہیں۔ اور دوسری صورت جذب و عشق کی ہے۔ یہ قوت فرشتۂ عشق کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہیں کہ ہزاروں نشتروں کا کام ایک ہی وار میں پورا کر دے:

دم شمشیر بود رہگزرِ عشق، ولے

ہر کہ ایں رہ نہ رود، پے بہ درِ دل نہ برد

اسی لئے عرفائے طریق نے کہا: عشق کی بری سے بری گرفتاری بھی بیدردی و بے سوزی کی آزادی سے ہزار درجہ بہتر ہے، اور اس راہ کی ناکامی بھی کم از فتح و فیروزمندی نہیں:

رہ رواں را خستگی راہ نیست

عشق ہم راہ ست و ہم خود منزل ست

گو اس کی گرفتاری بھی گرفتاری اور اٹکاؤ بھی اٹکاؤ ہے، لیکن بہر حال یہی نفع کتنا بڑا نفع ہے، کہ اس کی بدولت کام بہت آسان و مختصر ہو جاتا ہے اور آنے والی منزل کے سارے کاموں کی مشق پہلے ہی سے ہو جاتی ہے۔ پہلے سو زنجیروں کو توڑنا تھا، تو اس کی بدولت اب صرف ایک ہی زنجیر سے چھوٹنے کا معاملہ باقی رہ گیا۔ پہلے ہزاروں چوکھٹوں کی جبہہ سائیوں سے پیشانی داغدار تھی۔ کس کس داغ کو مٹاتے! کن کن پرستشگاہوں کو ڈھاتے! اب خود بخود سب مٹ گئے۔ صرف ایک ہی چوکھٹ کا نشان سجدہ رہ گیا۔ اور اصلی کام بھی یہی تھا کہ پیشانی ایک ہے تو سجدہ گاہ بھی ایک ہی ہو۔ جب یہاں تک معاملہ پہنچ گیا اور ایک کے لئے سب کو چھوڑنے کا سبق مل گیا تو اس ایک کو بھی مسجود حقیقی کی خاطر چھوڑنا کیا مشکل ہے! ممکن ہے کہ ایک جھٹکے میں یہ رشتہ آخری بھی ٹوٹ جائے اور پھر اس آزر کدہ ہزار پرستش سے خلیل وار صدائے: انی وجھت وجھی للذی فطرالسماوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین بلند ہو:

بیفشاں زلف و صوفی راببازی و برقص آور

کہ از ہر رقعۂ و لقش ہزاراں بت بیفشانی

یہی وجہ ہے کہ اس سفر کی سب سے اقرب راہ منزل مجاز ہی سے ہو کر نکلی ہے:

بادہ گر خام بود، پختہ کند شیشۂ ما!

اور بعض صورتوں میں تو بغیر اس کے چارہ ہی نہیں۔ گو وہ خود بھی مرض ہے۔ لیکن ہزاروں بیماریوں کا علاج بھی اس کے سوا کوئی نہیں:

گرچہ آشفتگی کارِ من از زلفِ تو بود

حلِ ایں عقدہ ہم از رُوے نگار آخر شد

مانا کہ گرفتاریِ عشق کی یہ ایک زنجیر بھی پابندیوں کی ہزاروں زنجیروں سے بوجھل ہوتی ہے اور اس کی ترکش کا پہلا تیر پاؤں ہی پر لگتا ہے۔ وحشی کرانی نے خوب کہا ہے:

عشق چوں بر سرِ کس حملۂ بیداد آرد

اولش قوت بگریختن از پا برود

لیکن عجب نہیں کہ کسی کے بامِ بلند تک پہنچنے کے لئے یہی زنجیر کمند کا کام دے جائے کتنے ہی راہ کے خوش قسمت ہیں جن سے سیڑھیوں کا ایک ایک زینہ نہیں گنوایا گیا۔ کمند عشق نے ایک ہی جست میں قصر مطلوب تک پہنچا دیا:

تو و طقع منازلہا، من ویک لغزشِ پائے!

اور یہ تو منزلِ عشق کے معاملات ہیں۔ تجربہ کاران راہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ اگر رندی و ہوس پرستی کی منزل میں بھی کچھ دیر کے لئے دم لے لیا جائے، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ کتنی ہی شاہراہیں ہیں جو اسی خارزار سے نکلی ہیں:

کعبہ را ویراں مکن اے عشق! کانجا یک نفس

گہ گہے پسماندگانِ راہ منزلی می کنند

البتہ یاد رہے کہ سفر کی کامیابی نہ تو منزلوں پر موقوف ہے نہ مختلف راہوں پر۔ راہ کوئی ہو، قدم میں حرکت اور ہمت میں اقدام ہے، تو کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک پہنچ ہی جاؤ گے۔ خواہ راہ میں ہر درخت کے سایے تلے دم لو، خواہ ہر سرائے میں کمر کھولو۔ لیکن ساری نامرادی و بے حاصلی اس کے لئے ہے جس کے لئے راہ و منازل کے تماشے اس طرح دامن گیر ہو گئے کہ وہیں ہمیشہ کے لئے بستر جما دیا:

ہو گا کسی دیوار کے سایے کے تلے میر

کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

ہوس و عشق پر کیا موقوف ہے! کوئی درمیانی منزل ہو، اگر قدم آگے بڑھنے سے رک گئے، تو پھر وہی منزل بت ہے اور رہرو اس کا پرستار۔ تسبیح آرائی و دلق پوشی ہی کی منزل کیوں نہ ہو۔ من شغلک عن اللہ فھو صنمک۔ کامیابی چلتے رہنے اور بڑھتے جانے کا نام ہے کہ:

"ٹک دیکھ لیا، دل شاد کیا، خوش کام ہوئے، اور چل نکلے"

اور نامرادی نہیں ہے، مگر اٹکنے اور رہ جانے میں:

یک لحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

مطلوب اس راہ میں منازل و مراحل ہیں نہ کہ موانع و مہالک۔ اگر جاذبۂ توفیق الٰہی دست گیر ہے، تو موانع، وسائل بن جاسکتے ہیں اور قریب ہے کہ بہتر سے بہتر وسائل محرومان راہ کے لئے موانع و مہالک کے حکم میں داخل ہو جائیں:

من لم یکن للوصال اھلا

فکل طاعاتہ ذنوب

چنانچہ الحمدللہ کہ اس منزل کے وقفہ نے بھی زیادہ طول نہ کھینچا۔ ایک سال پانچ ماہ کے اندر اس کوچے کے بھی تمام رسم وراہ ایک ایک کر کے دیکھ ڈالے، کوئی گوشہ، کوئی مقام باقی نہ چھوڑا۔ نہ مجنوں سے ہم عنانی کا سودا ہے، نہ فرہاد سے مقابلے کا دعویٰ۔ نہ یہ کہ:

شمۂ از داستانِ عشقِ شورانگیز ماست

ایں حکایتہا کہ از فرہادوشیریں کردہ اند

البتہ یہ ضرور ہے کہ شیوۂ عشق و عاشقی و طریقِ آشفتگی و جاں سپاری کی جتنی باتیں سننے میں آتیں، وہ سب کر کے دیکھ لیں، اور اس راہ کا کوئی حال و معاملہ ایسا نہیں رہا جو کسی کی زبان پر ہو اور اپنے اوپر نہ گزر چکا ہو:

کچھ قمریوں کو یاد ہیں، کچھ بلبلوں کو حفظ

عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

اس راہ کے رسم و آئین اگرچہ بے شمار ہیں، لیکن ہر رہ رو کو دو مسلکوں میں سے ایک مسلک ضرور اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یا قمری و بلبل کی آوارگی و شورش، یا شمع کی خاموشی و سوزش:

وللناس فی مایعشقون مذاہب

اور تجربہ کارانِ طریق جانتے ہیں کہ دوسری راہ پہلے سے کہیں زیادہ نازک اور کٹھن ہے۔ اس میں بے قیدی و بے وضعی کی آزادی ہے، اس میں ضبط و احتیاط کی پابندی:

اے وضعِ احتیاط! یہ فصلِ بہار ہے

گلبانگ شوق زمزمہ سنج فغاں نہ ہو

اور معلوم ہے کہ شعلوں کی طرح بھڑکنا آسان ہے مگر تنور کی طرح اندر ہی اندر سلگنا اور حفظ و ضبط کے سارے آداب و شرائط سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے:

عریاں تنی خوش ست، ولے زیب دیگرست

دامانِ چاک چاک و گریباں دریدہ را

اگر یہ سچ ہے، تو پھر نہ مجنوں کی دشت پیمائیوں پر رشک آتا ہے، نہ فرہاد کی شورش و کوہ کنی پر!

اگر کسی نے عمر بھر دشت و صحرا میں نالہ و زاری کی ہو، تو کی ہو۔ یہاں ایک ایک گھڑی، ایک ایک لمحہ ایسا گزر چکا ہے کہ سینکڑوں آہیں اندر ہی اندر پھنکی ہیں۔ ہزاروں شورشیں سینہ کے اندر ہی اندر جلی ہیں۔ آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی، تو دل کے گوشے ہی میں طوفان اٹھاتے رہے:

بقیہ ص۸ پر

طنز و مزاح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

○ ملتان میں میڈیکل سٹوروں پر چھاپے، شراب بر آمد (ایک خبر)

کوٹھیوں اور کلبوں پر چھاپے ماریں اسکے علاوہ بھی بہت کچھ بر آمد ہو گا۔

○ منتھلی نہ ملنے پر تھانیدار نے ٹیکس بلیک کرنے والے سٹیشن ماسٹر کی ٹھکائی کر دی۔ (ایک خبر)

ولی راولی می شناسد!

○ ملازمین کو تنخواہ دینے سے انکار

ایک تنخواہ زرداری کے گھوڑا فنڈ میں دیں

○ میں سچائی اور بنیاد پرستی کے خلاف لکھتی رہوں گی۔ (تسلیمہ نسرین، بنگلہ دیش)

اس حرامزادی کی رسی دراز ہے۔

○ بڑے افسروں کو کوئی نہیں پکڑتا۔ پٹواری تحصیلدار گرفت میں آتا ہے۔ (ضیاء شاہد)

بڑے افسروں کے صحافیوں سے دوستانہ مراسم ہوتے ہیں۔

○ مولانا فضل الرحمن۔ قومی اسمبلی سے متفقہ شریعت بل پاس کرائیں گے۔ (ایک خبر)

اللہ کرے شریعت بل ہو۔ بے نظیر بل نہ ہو!

○ پاکستان کے پاس چھ سے زیادہ ایٹم بم ہیں۔ (سی آئی اے)

فیر تہانوں کی.........؟

○ میں تصدیق کرتا ہوں پاکستان کے پاس ایٹم بم ہے (نواز شریف)

کھڑاک کر دتا ای شیرا

○ آصف زرداری بیس کروڑ کے گھوڑے در آمد کر کے ملک و قوم کا زرمبادلہ ضائع کر رہے ہیں. (برجیس طاہر)

یہ ہارس ٹریڈنگ نہیں۔ بلیک پرنس اور وائٹ کوئین کی حکومت ہے

○ گرینڈ کلچر شو شروع ہوتے ہی جیالوں کی اخلاق سوز حرکات عروج پر پہنچ گئیں۔ خواتین کو گھیر کر سرعام قابل اعتراض حرکات کیں۔ (ایک خبر)

یہ ہے بے نظیر کا نیو سوشل کنٹریکٹ

○ مجھ سے ٹکر لینے والوں کی لاش بھی نہیں ملا کرتی۔ (مرتضٰے بھٹو)

قاتل باپ کا قاتل فرزند ہوں کوئی مذاق تو نہیں ہوں۔

○ ہم نے مہنگائی پر قابو پا لیا ہے۔ صرف چند لوگ شور مچا رہے ہیں۔ (بے نظیر)

بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے۔

○ ملک کی پونے دو ہزار اہم شخصیات کے پاس چوری کی کاریں ہیں۔ (ایک خبر)

لگتا ہے ملک پر کار چوروں کی حکومت ہے۔

○ طوفانی بارش نے خواتین کے اصل چہرے بے نقاب کر دیئے۔ (ایک خبر)

رات میک اپ کرتی ہوں اور صبح پہچانی نہیں جاتی۔

○ بہو کی موت کے فوراً بعد ساس چل بسی۔ (ایک خبر)

کہ اسے وہاں جا کر پکڑتی ہوں۔

○ ناموس صحابہؓ بل "پاس ہوا تو ملک جہنم بن جائے گا۔ (ساجد نقوی)

صحابہ کے دشمن واصل جہنم ہوں گے۔

○ قومی اسمبلی کی سو نشستیں بڑھانے کا فیصلہ (وزیر داخلہ)

اکثریت حاصل کرنے کا اوچھا ہتھکنڈہ۔ جمہوریت کے ساتھ متعہ پر متعہ

○ حکمران دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ (نواز شریف)

فکر مند نہ ہوں آپ کے لئے بہت چھوڑ جائیں گے۔

○ گورنر اور وٹو اپنا رویہ بہتر بنائیں (چٹھہ)

پھر منع کر رہے ہیں مجھے عاشقی سے آپ
جذباتِ عشق پہلو میں پنہاں کئے ہوئے

○ وفاق حکومت ساری بیورو کریسی بھی بلوچستان بھجوا دے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (مگسی)

مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہو گا

○ قانونی چیئر پرسن ہوں۔ بے نظیر کو بیماری کے باعث اختیار سونپے تھے۔ (نصرت بھٹو)

ماں بیٹی دونوں ہوس اقتدار کی مریضہ ہیں۔

○ ہماری جماعت کو مسلم لیگ اور مخالف دھڑے کو نواز لیگ کہا جائے۔ (وٹو)

وٹو سے سہو ہو گیا۔ دونوں کو نفاس لیگ کہا جائے۔

○ (گوجرانوالہ) ڈکیتی میں ملوث ڈی ایس پی کا بیٹا فرضی تحقیقات کے بعد رہا کر دیا گیا۔ (ایک خبر)

○ باقی ڈاکو..... پولیس مقابلے کے لیے تیار ہوجائیں۔

○ مختلف حلقے جہانگیر بدر کے ڈاکو بھائی کا کیس گول کرنے کے لئے دباؤ ڈال رہے ہیں۔ (ایس ا! پی)

انسانی حقوق کی علمبردار "عاصمہ جہانگیر" کا دیوز ہے بابا!

○ عوام کے دکھوں کو سکھ میں بدل کر دم لیں گے (بے نظیر)

○ **موت سے پہلے آدمی ان سے نجات پائے کیوں؟**

○ ملتان پولیس کے تین اہل کار قاتل اور ڈاکو نکلے۔ تمام گرفتار۔ (ایک خبر)

اس کے بعد کوئی خبر شائع نہیں ہوگی۔

○ "گرینڈ کلچر شو" میں بارش کروانے میں نواز شریف کا ہاتھ ہے (خالد کھرل)

کجھ زیادہ ای پی گیاں اے سوہنیاں!

○ راولپنڈی میں مردوں کو ہیجڑہ بنانے کا مکروہ دھندہ (ایک خبر)

ہیجڑوں کی حکومت میں مردوں کے ساتھ یہی ہوگا۔

○ اسلم بیگ نے جونیجو لیگ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ (ایک خبر)

ہتھ پرانے کھوسڑے بسنتے ہوری واپس آئے۔

○ نواز شریف کا پچھلا ریکارڈ درست نہیں۔ (مولانا فضل الرحمن)

خو! آپ کا پچھلا ریکارڈ درست ہے۔

○ گستاخ دین و قرآن مصنفہ تسلیمہ نسرین بنگلہ دیش سے فرار ہو گئی (ایک خبر)

یہ اکیلی تسلیمہ کا کام نہیں کچھ ترقی پسند بھی ضرور ساتھ ہوں گے۔

○ حکومت نے جیالوں کو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا ہے۔ (ایک بیان)

جیالی حکومت جیالے جج۔ قتل کا ملزم ہائی کورٹ کا جج

○ میرے والد پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔ (فاروق مودودی)

کٹورے میں کٹورا، بیٹا باپ سے بھی گورا

○ مولانا مودودی نے قیامِ پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی۔ (ترجمان جماعتِ اسلامی)

ہور کی کیتا سی

○ محترمہ نے ۴۸ ویں کو ۴۷ ویں یومِ آزادی اور بیش بہا کی بجائے پیشہ بہا کہا۔ (ایک خبر)

یہی سلوک انہوں نے کلمہ طیبہ کے ساتھ کیا۔

○ نرسیمارا وعقل سے کام لیں۔ (بے نظیر)

چونسا آم چوسیں!

○ نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ حکمران ہیں۔ (مولانا اجمل خان)

حکمران آپ نے بنائے ہیں۔

○ اصل شہید ضیاء الحق ہے۔ لاڑکانہ والا جعلی شہید ہے۔ (نواز شریف)

شکر ہے بے نظیر نے آپ کو بھولا ہوا شہید یاد کرایا ہے۔

○ نواز شریف حکومت ختم کرنے کے لئے بے نظیر فوجی طیارے پر والٹن سے جی ایچ کیو گئی تھیں۔ (اجمل خٹک)

تب آصف زرداری کا گھوڑا بیمار تھا۔

○ جشنِ آزادی کا فلوٹ تیار کرنے میں ٦٠ ہزار افسر کی بھانجی لے گئی۔ (ایک خبر)

٤٠ ہزار ماما لے گیا ہے۔

○ لاہور کے ایس ایس پی کو ڈاکوؤں کی سلامی۔ پہلے دن سات ڈکیتیاں! (ایک خبر)

پاسنگ آؤٹ پریڈ نیا مظاہرہ

○ قائد اعظم زندہ ہوتے تو قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جاتے۔ (جاوید اقبال)

علامہ اقبال زندہ ہوتے تو جاوید اقبال کو غیر مسلم قرار دے کر عاق کر دیتے۔

○ شریعت میں چہرے کا پردہ نہیں مگر میری بیٹیاں چہرہ ڈھانپتی ہیں۔ (قاضی حسین احمد)

یعنی خلاف شریعت عمل کرتی ہیں۔

○ بے نظیر غدار بنت غدار ہیں (مرتضٰی بھٹو)

سچ کہا آپ نے

○ دینی جماعتوں نے جشنِ آزادی پر کلچر شو میں شرکت سے انکار کر دیا۔ (ایک خبر)

اس سے کیا فرق پڑتا ہے کافرانہ جمہوری نظام تو قبول کیا ہوا ہے۔

○ آیئے اللہ کا شکر ادا کریں۔ آزادی کا جشن منائیں اور آتش بازی کا مظاہرہ کریں (حکومتی اشتہار)

لعنت بر پدر فرنگ

○ گھنٹہ گھر ملتان کا گھڑیال سات سال بعد درست ہو گیا۔ (ایک خبر)

لیکن اب بھی اس پر بارہ ہی بجے ہوتے ہیں۔

○ نواز شریف جشنِ آزادی میں میرے ساتھ والی کرسی پر بیٹھیں (بے نظیر)

میں نہ بیٹھوں! توبہ توبہ، دہائی رب

○ اسمبلی میں گھوڑے موجود ہیں، زرداری باہر سے کیوں منگا رہے ہیں (شیخ رشید)

اسے گھوڑے ہن تھک گئے نیں۔

○ فوج حکومت کی ہدایات کے مطابق کام کر رہی ہے۔ (بینظیر، خبریں ۵ اگست)

درست جملہ یوں ہے...... حکومت فوجی ہدایات کے عین مطابق کام میں مصروف ہے۔

○ مذہبی امور کمیٹی میں سارے فرقہ پرست لوگ موجود ہیں، (اقبال حیدر خبریں ۵ اگست)

اقبال حیدر اور شبیر افگن کا کسی فرقہ سے تعلق ہو تو دونوں پر لعنت

○ زونل افسر نے اپنے پیارے کو ٹھیکہ دیکر لاکھوں میں "داتا کا میلہ" لٹوا دیا۔ (خبریں نمائندہ خصوصی ۵ اگست)

ناظم، کاظم، ہاضم۔ سب کے سب ہرجائی۔ داتا بھی لٹ گیا۔ رام دہائی۔

○ ملک معراج خالد انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔ (خبریں ۵ اگست)

اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین اقبال احمد خاں، اور اسلامی یونیورسٹی کا ڈائریکٹر معراج خالد۔

جب نااہلوں کو مناصب دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر (الحدیث ترجمہ)

○ عبدالستار نیازی کو کمرہ مل گیا (جمعیت نیازی گروپ کے سینٹر)

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

○ اعظم طارق سے حفاظتی گارڈ واپس لے لی گئی گھر سے پہرہ بھی ہٹا لیا گیا (خبریں ۵ اگست)

خفیہ ایجنسیوں کیطرف سے رہنماؤں کے قتل کے انکشاف پر پی پی پی حکومت کا "حفاظتی اقدام"

○ مولانا اعظم طارق پر قاتلانہ حملہ، دو باڈی گارڈ ہلاک (خبریں ۲۲ اگست)

گارڈ واپس، قاتلانہ حملہ۔ سازش اور کسے کہتے ہیں۔

بقیہ از ص ۶۱

ضلعی نمائندگان :۔ مرزا عبدالقیوم بیگ۔ قاری محمود احمد۔ سعید احمد راجپوت منتخب ہوئے۔

نمائندگان مرکزی مجلس شوریٰ :۔

مرزا عبدالقیوم بیگ۔ مولانا غلام غوث

اجلاس کے صدر حافظ محمد بخش صاحب نے نئے منتخب عہدیداروں سے حلف لیا۔ اجلاس کے آخر میں جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری صاحب۔ ابن امیر شریعت سید عطاالمحسن بخاری، ان کی اہلیہ محترمہ۔ مولانا عبدالحق صاحب کی صحت اور درازی عمر کیلئے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ مجلس احرار اسلام خان پور کے مخلص کارکن بدر منیر مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔

"طنز و مزاح"
عبدالودود شعیب

"دی پرنس آف ویلز"
"THEPRINCEOFWALES"

خدا نظر بد سے بچائے! ہمارے ایک جواں سال "صاحب" خدا کی مرضی سے اتنے دبلے پتلے ہو گئے ہیں کہ ہماری یونیورسٹی کے لوگ انہیں جیسے ہی دیکھتے ہیں لفظ "صحت" کا جا بجا استعمال ہونے لگتا ہے۔ زہے نصیب! اب تو وہ "صحت" کے قلمی نام سے شہرہ ور ہو گئے ہیں۔ شاگرد اور دوست احباب نے تو اب یہ روش اپنالی ہے کہ جیسے ہی صاحب کی آمد کی خبر گرم ہوتی ہے دوستِ راستہ بنانے کی غرض سے ایک دوسرے کو دور دور ہٹا دیتے ہیں...... دور دور ہٹ جاؤ...... راستہ صاف کرو...... "صحت" آ رہی ہے۔

لباس کے طور پر صاحب جو پینٹ سالانہ استعمال کیا کرتے ہیں بد قسمتی سے اب وہ کسی بھی زاویے سے پتلون نظر نہیں آتی۔ ہم نے بہت سے اہل نظر لوگوں کو پتلون دیکھنے کے بعد سوچ میں ڈوبا دیکھا ہے۔

کہ یہ پیشانی جیسے بل پتلون پر کہاں آ گئے اور پھر ہر تیوز پر میل نئی سج دھج کے ساتھ۔

سائنس کے طلباء و طالبات اب تو یہ سمجھنے لگے ہیں کہ صاحب نے اپنی گنے جیسی ٹانگوں کو موٹا کرنے کیلئے ملمع سازی سے کام لیا ہوگا۔ دیگر طلباء تو یہ سوچتے ہی تھے کہ صاحب نے نہ جانے کیا سمجھ کر اپنی پتنگے جیسی ٹانگیں اس دھاتی سانچے میں ڈال دی ہیں۔ ادھر لڑکیاں بھی صاحب کے جلوہ افروز ہونے پر نہ صرف کھلکھلاتی ہیں۔ بلکہ سرگوشیاں بھی کرنے لگتیں ہیں کہ صاحب حسب معمول اپنی ٹانگوں کو جس ترپالی میں لپیٹ کر لاتے ہیں انکے گھروں میں کام کرنے والی "ماسیاں" بھی کچھ اسی قسم کے کپڑوں سے فرش چمکایا کرتی ہیں۔ یونیورسٹی کے باورچی بابا احمد علی بھی اکثر "صاحب" کے شاگردوں کو فخریہ انداز میں باور کرتا ہے کہ اسکے سبزی لانے والے تھیلے اور انکے "صاحب" کی پتلون ایک ہی کمپنی کی پیداوار ہے۔ باورچی کا اکثر یہ جی چاہتا ہے کہ بقیہ شکوک و شبہات جو کہ صاحب کی پتلون اور تھیلے میں باقی ہیں صاحب کی ٹانگوں پر چٹکی بھر کر ختم کر لئے جائیں۔ مگر انگلیوں کے پورے زخمی ہونے کے خوف سے بابا احمد علی ایسی حرکت سے گریز کیا کرتے ہیں۔

حسن اتفاق دیکھئے! میاں لوہار اپنے چار پانچ "چھوٹوں" کے ہمراہ یونیورسٹی میں وارد ہوئے۔ "صاحب" کو اپنے جیسے لباس میں ملبوس پا کر چہروں پر فاتحانہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہنے لگے کہ اب یہ یونیورسٹیوں

کے صاحب بھی ہم لوہاروں کی نقل کرنے لگے ہیں۔

درحقیقت "صاحب" نے اپنا وزن طب کے اصول و ضوابط کی رو سے قد کی نسبت سات کلو گرام کم کر لیا ہے۔ اس سات کلو گرام کمی میں کم و بیش ایک پاؤ حصہ دماغی بھی ہے۔ یہ مرض "صاحب" کو رات دن انگریزی ادب میں غرق رہنے کے سبب لاحق ہوا ہے۔ اس لئے جب چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کیچڑ میں چل رہے ہیں۔ پتلون تو پہلے ہی ٹیڈی ہو چکی ہوتی ہے۔ "مچھرانہ" چال جب ختم کر کے صاحب بیٹھتے ہیں تو دور سے کسی جھینگے کا آرام کرنا دکھائی دیتا ہے۔ کتے سے روحانی عشق اور "ڈئیر ڈنکی" سے جسمانی ہمدردی بھی مذکورہ بالا سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تو جناب! احوالِ پتلون کچھ یوں بھی ہیں کہ "صاحب" سال کی پہلی تاریخ کو سال بھر کیلئے زرہ نما پتلون خریدنے کی زحمت کرتے ہیں۔ اور پھر بارہ مہینوں کے چوبیس گھنٹے اسی پتلون میں ملبوس رہتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اسے میلا کرنے لگتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ پتلون کی بیرونی سطح پر حسین و جمیل مناظر آویزاں ہونے لگتے ہیں۔ کبھی بر گر کھا کر ہاتھ صاف کر لئے جاتے ہیں اگرچہ یہ بھی ان کی ذرہ نوازی ہے کہ صرف ہاتھ ہی صاف کرتے ہیں۔ تو کبھی نئی بال پنسل کو رواں کرنے کیلئے پتلون پر رگڑ لیا جاتا ہے۔ جس سے پنسل تو بہت جلد رواں ہو جاتی ہے مگر پتلون پر بہت سی بطخیں اور بغلے بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آخر کار جو صورت حال پیش آتی ہے۔ وہ یہ کہ

جگہ جگہ جو یہ کیڑوں کی ضرب کاری ہے
نئی طرح کی یہ صنعت ہے دستکاری ہے

"صاحب" فٹبال کھیلنے کا بھی شوق فرما لیا کرتے ہیں مگر اسی پتلون میں۔ گول کیپر بننے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ اس لئے دوست احباب آپ کو اکثر "گولاں والی سرکار" بھی کہہ لیا کرتے ہیں۔ حال ہی میں دورانِ کھیل کی مخالف ستم ظریف نے جان بوجھ کر کمر سے ملحقہ خستہ مقام سے کھینچا تو ایک بڑا سوراخ ہو گیا۔ "صاحب" نے یہ سوچا کہ سال میں چند ماہ ابھی باقی ہیں اس لئے درویش ادب مست نے ٹاٹ بافی کر کے پیوند کو شرف قبولیت بخشا ہے۔

"صاحب" کی رات سورج کی پہلی کرن سے شروع ہوتی ہے۔ اور والدہ محترمہ کے راست اقدام تک جاری رہتی ہے۔ رات بھر NAKED اور NUDE کے اصطلاحی اور لغوی معانی اور دیگر تشریح طلب الفاظ کو دلائل سے ثابت کرنے بلکہ چھا جانے کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ یوں جسمانی ہڈیاں سلائی کو ادھیڑ کر اور کپڑے کو باریک کر کے باہر نکلنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں۔ آخر کار سال چھ ماہ کی کوششوں کے بعد بعض بوسیدہ مقامات سے باہر جھانکنے میں کامیاب ہو ہی جاتی ہیں۔ یوں "صاحب" اپنے قبیل کے لوگوں میں مقابلہ حسن و بوسیدگی پتلون با آسانی جیت سکتے ہیں۔

اپنے تیئں تو "صاحب" سال میں ایک پتلون استعمال کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں کہ لیجئے جناب فلاسفر آرہا ہے۔ مگر......... یہ لوگ مرعوب کہاں ہوتے ہیں صاحب...... الٹا کستے پھرتے ہیں۔

"سو ہے یہ بھی آدمی"

"صاحب" مزدوروں اور ناداروں کے بھی بڑے ہمدرد ہیں۔ لائبریریوں میں بیٹھ کر کئی کئی گھنٹے مفلسوں کا درد بانٹنے کی تراکیب پیش کرتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ "صاحب" اپنی پتلون ایک سال سے پہلے کسی بھی نادار کو عطا نہیں کرتے۔ خدانخواستہ یہ نادار جسے پتلون دی جائے کسی کالج وغیرہ میں بھیک مانگنے کی غرض سے چلا جائے تو ہو سکتا ہے کہ صاحب کے چاہنے والے مفلس و نادار کو چور سمجھ کر پتلون سے محروم ہی نہ کر دیں۔ "صاحب" کو تین سو پینسٹھ دن تک ایک ہی پتلون استعمال کرنے کی علت زمانہ طالبعلمی میں پڑی تھی۔ وہ جب کلاس میں آکر بیٹھا کرتے تھے تو قریب بیٹھے ہوئے ہم جماعت ناک پر کپڑا رکھ کر دور ہو جایا کرتے تھے۔ دوران طالبعلمی "صاحب" کئی دوستوں سے دست بقضیہ بھی ہو چکے تھے۔ کئی ہم جماعت ساتھیوں نے محکمہ ماحولیات والوں سے نوٹس جاری کروانے کی کوشش بھی کی۔

"جناب صاحب"! ماحول کو آلودہ نہ کریں۔ ورنہ پتلون سمیت کسی دھوبی گھاٹ میں پھینک دیئے جائیں گے۔"

ہم جماعت یہ بھی کوشش کرتے رہے کہ یہ پتلون محکمہ صحت والوں کی نظر سے بھی گزر جائے تا کہ وہ بھی نوٹس جاری کر سکیں۔

"جناب صاحب"! سالانہ پتلون کا استعمال بند کریں۔ بصورت دیگر قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ اس پتلون سے ایڈز اور دیگر مہلک بیماریوں کے سوتے پھوٹتے ہیں۔"

"صاحب" کی والدہ محترمہ جو کہ ایک نیک سیرت خاتون ہیں پڑوسیوں کی بارہا شکایت سے تنگ آ چکی ہیں۔ پڑوسیوں نے احتجاجاً یہ باور کیا ہے کہ آپکے "فرزند گند" کی پتلون سے آنے والے معطر جھونکوں سے انکے نومولود کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ پڑوسیوں نے صاحب کی والدہ محترمہ سے ہمدردانہ گزارش بھی کی ہے کہ وہ اگر بیٹے کی پتلون صاف رکھنے میں ناکام ہو چکی ہیں تو ہم پڑوسی کل ہی اپنا جمعدار معہ تیزاب پتلون کی صفائی کیلئے بھیج دیتے ہیں۔

والدہ محترمہ کو جب سے یہ تہنیتی پیغامات موصول ہوئے ہیں تو محترمہ سانس بند کئے........ موقع پا کر .... پتلون کو رات کی تاریکی میں باہر گلی میں پھینک آتی ہیں۔ واپس آکر صابن سے ہاتھ بھی خوب دھویا کرتی ہیں۔ مگر صاحب ہیں کہ پتلون واپس اٹھا لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب صرف بر گرہی نہیں جھڑکیں بھی کھاتے ہیں۔

محلے داروں نے اس پتلون کی نسل کشی کے متعلق بہت غور کیا ہے۔ بعض حضرات تو "صاحب" کو

علی الاعلان منع فرما چکے ہیں کہ وہ اس پتلون میں انکے ہاں قدم رنجہ نہ فرمایا کریں۔ ورنہ.........

بندش گڑ کے خوف سے یہ ترکیب بھی محلے داروں کی سمجھ میں آئی ہے کہ کہیں انسانی آبادی سے دور گہرا گڑھا کھود کر پتلون کو تادم حشر دفنا دیا جائے۔ ادھر وہ نیک سیرت خاتون لوگوں سے دریافت فرماتی پھرتی ہیں کہ میرے "صاحب" بھلا کونسا علم پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ کبھی وہ کہتی ہیں "صاحب" سے تو چھوارے فروش پٹھان ہی اچھے........ کم از کم انکے لباس پر دیمک کے آثار تو نہیں ملتے۔

والدہ کا دوسرا دکھ یہ کہ "صاحب" پتلون کو اتنا ذلیل بلکہ خوار کر دیتے ہیں کہ گھریلو استعمال کے تھیلے تو درکنا۔ فرش صاف کرنے والی "ٹاکی" بھی نہیں بنائی جا سکتی۔

ایک روز یہ من موجی "صاحب" نہایت ہی "پٹواریانہ لہجے میں والدہ محترمہ سے کہنے لگے۔

"ہیلو مام .... میرج .... میرج .... میرج

والدہ نے جواب صادر فرمایا! لباس عروسی کے طور پر اگر یہی پتلون ہی استعمال کرنی ہے تو پہلے ہی بتادیجئے۔ تا کہ باراتیوں کے واپس بھاگنے کیلئے کوئی مناسب بندوبست کر دیا جائے۔

چہرہ مبارک صبح ایک بجے تک نہ دھونے کی شکایت جب سامنے آئی تو والدہ محترمہ کا کہنا یہ ہے۔ "صاحب" دھونے دھلانے اور استری جیسی سست چیزوں سے نہ صرف نفرت کرتے ہیں بلکہ ان اشیاء سے وسیع نظریاتی فاصلے بھی رکھتے ہیں۔ حالانکہ محلے کے بھلے مانس لوگوں نے تو دھوبی رکھنے کی کھلی پیش کش کی ہے۔ لوگ ڈرائیور، چوکیدار وغیرہ رکھتے ہیں۔ "صاحب" بھی ایک دھوبی رکھ لیں۔ جبکہ عزیز و اقارب اس سوچ اور فکر سے گھلے جا رہے ہیں کہ "صاحب" کی یہی عادت خوش پوشی تادم مرگ قائم رہی۔ اور "صاحب" کی آخری وصیت کے مطابق اگر پتلون کا ساتھ ضروری ہوا ہو تو منکر نکیر سے فرشتوں کا کیا بنے گا۔ ادھر چچا غالب بھی ایسے "صاحبوں" سے شاید تعلقات رکھتے تھے۔ وہ جو لکھتے ہیں۔

ڈھانپے کفن نے داغ عیوب برہنگی
ورنہ میں ہر لباس میں ننگ وجود تھا

بقیہ از صـ ۵۴

احباب کو جزاء خیر عطاء فرمائے جنہوں نے انفرادی یا اجتماعی طور پر اس دینی اجتماع میں شرکت کر کے اسے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ (آمین)

کانفرنس کے انتظامات ہر اعتبار سے نہایت عالیشان تھے۔ مسجد احرار ربوہ کے نگران و خطیب ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطا المہیمن بخاری مدظلہ، مولانا محمد مغیرہ، جناب ملک رب نواز ایڈووکیٹ اور ربوہ کے احرار کارکن خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اجتماع کے انتظامات نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔

دین و دانش

پروفیسر سید محمد شمس الدین

فن روایت اور درایت

مؤرخ ابن خلدون :-

ڈاکٹر نجم الاسلام رقمطراز ہیں :-

"اب ہم ایک طویل فاصلہ طے کر کے آٹھویں صدی ہجری تک آتے ہیں۔ یہ ابن خلدون کی صدی ہے۔ وہ تاریخ کے حوالے سے کچھ اصول تحقیق بالوضاحت پیش کرتا ہے۔ بالخصوص اپنے مقدمے میں۔ اس کا کہنا ہے کہ ضرورت ہے متعدد، آخذوں کا پتہ لگایا جائے۔ مختلف علوم سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اور مؤرخ صحیح فکر اور گہری نظر بھی رکھتا ہو کہ وہ اس کے ذریعے حق و صداقت کی راہ پا سکے اور لغزشوں اور اغلاط سے دامن بچا سکے۔ کیونکہ اخبار میں اگر محض نقل پر محدود نظر رکھی جائے اور اصول عادت، قواعد، سیاست، طبیعت، تمدن اور اجتماع انسانی کے حالات کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور نہ غائب و غیر موجود کو حاضر و موجود پر قیاس کیا جائے سچائی کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔ خطرے سے نجات نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اکثر و بیشتر مؤرخین، مفسرین اور ناقلین، نقل حکایات و وقائع میں غلطیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ محض اس لئے کہ انہوں نے صرف نقل پر بھروسہ کیا۔ خواہ وہ قابل رد ہو یا قابل قبول اور ان کو نہ اصول پر کسا نہ انکے متشابہات پر قیاس کیا نہ معیار حکمت اور طبائع کائنات کی واقفیت پر ان کو پرکھا اور نہ اخبار پر گہری نظر ڈالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حق سے بے حق ہو گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں بھٹکتے پھرے۔ خصوصاً جبکہ حکایات میں عمال اور افواج کے شمار اور گنتی کی نوبت آتی۔ کیونکہ حکایات میں جھوٹ اور غلط بیانی کی بڑی گنجائش ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان کو اصول پر جانچیں اور قواعد پر پرکھیں وہ کہتا ہے کہ انسان طبعاً عجیب بات کہنے کا دل دادہ ہے اور اعتراض یا تنقید سے غفلت برتتے ہوئے اس کو جلد زبان پر لے آنے کا عادی ہے۔ وہ نفس کی بھول چوک یا اس کے ارادے پر اس کی جانچ پڑتال نہیں کرتا اور وہ نقل خبر میں واسطے یا چھان بین سے سروکار نہیں رکھتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زبان کی لگام کو ڈھیل دے دیتا ہے۔ اور اسکو جھوٹ کے میدان میں خوب آزادی بخشتا ہے۔ اور اسطرح اللہ کی آیات کا مذاق بناتا ہے اور لغو باتوں کی اشاعت کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے لہٰذا اس قسم کی خبریں تم تک پہنچیں تو فوراً باور نہ کرو بلکہ غور و فکر کرو۔ اور قوانین صحیحہ پر انکو پرکھو اور جانچو۔ حقیقت حال تم پر روشن ہو جائے گی اور اللہ ہی راہ حق دکھانے والا ہے۔

ابن خلدون فرماتے ہیں کہ کتب تاریخ میں بیہودہ حکایات گھڑنے اور بنانے کا راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ناقلین خود ناجائز لذتوں میں پھنسے ہوئے تھے اور دوسروں کی پردہ دری کیا کرتے تھے۔

اس کے نزدیک مؤرخ کے نزدیک لابدی ہے کہ وہ ملکی، سیاسی، قواعد اور موجودات کے طبائع سے واقفیت رکھتا ہو، قومیں اور زمین و زبان، عادات اور اخلاق، سیرت و خصلت، مذہب و ملت اور دیگر حالات میں جن انقلابی دوروں سے گذرتی رہتی ہیں ان سے بھی وہ شناسا ہو۔ نیز قابلیت رکھتا ہو۔ کہ حاضر و موجود کو غائب و غیر موجود سے ملا کر دیکھے کہ ان میں اتفاق ہے یا اختلاف اتفاق کی بھی علت تلاش کرے اور اختلاف کی بھی وجہ دریافت کرے اور سلطنتوں اور قوموں کے اصول ان کی ابتداء اور انکے حدوث کے اسباب و دواعی کی معلومات بھی بہم پہنچائے اور جو اشخاص ان امور میں ذمہ دارانہ شخصیت رکھتے ہوں ان کے حالات و اخبار سے بھی شناسائی رکھتا ہو تا کہ وہ ان معلومات کے تحت ہر خبر کے سبب کا سراغ لگا سکے۔ اور جو خبر اس تک نقل ہو کر پہنچی ہے۔ اگر وہ اس کے قواعد و اصول پر پوری اترتی ہے۔ تو اس کو صحیح جانے ورنہ اس کو جھوٹی اور کھوٹا جان کر نظر انداز کر دے۔

ابن خلدون اس امر پر بہت زور دیتے ہیں کہ اہل علم اور قوموں کے حالات و عادات و مذاہب ایک نہج و طیرہ پر نہیں چلتے رہتے۔ بلکہ اختلاف ایام و زمانے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلتے رہتے ہیں۔ جس طرح لوگ اور آبادیاں ایک حالت پر برقرار نہیں رہتیں۔ اس طرح سطح زمین، زمانہ اور سلطنتوں کو ثبات و قرار نہیں۔ ابتداء کی یہی عادت اپنے بندوں میں جاری ہے۔ جو اس کا لحاظ رکھے گا تاریخی تحقیق میں ایک غلطی کے سرزد ہونے سے بچ جائے گا۔ یہ بھی اس کا قول ہے۔

"کہ جس چیز کو لوگوں نے نہ دیکھا ہو اس کی خبر کو بے دھڑک جھٹلا بیٹھتے ہیں بلکہ جس طرح عجوبہ پسندی کی وجہ سے اکثر ناممکن باتوں کو لوگ مان لیا کرتے ہیں۔"

پس انسان کے لئے مناسب یہی ہے کہ ہر خبر روایت کو اصول پر پرکھے اور جانچے اور بے لوث ہو کر عقل، مستقیم سلامت طبع سے ممتنع و ممکن میں صحیح صحیح فرق و تمیز کرے۔ جو دائرہ امکان میں ہو اسکو قبولیت کا درجہ دے اور جو اس سے خارج ہو اس کو رد کر دے مگر یہاں امکان سے مراد امکان عقلی نہیں جس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ کیونکہ وہ واقعات میں کوئی حد قائم نہیں کر سکتا بلکہ اس سے مراد امکان مادی ہے۔ یعنی جب ہم کسی شے کی جنس و صفت، مقدار و عظمت و قوت کا پتہ لگا لیں تو پھر اس نسبت سے اس کے حالات پر حکم لگائیں اور جو مذکورہ بالا امور سے خارج و زائد معلوم ہو اس کو ممتنع جانیں۔ (۱۳)

مغربی تحقیق:

مسلمانوں کے اصول ہائے تحقیق مذکور ہو گئے ہیں۔ قریب قریب یہی اصول اب مغرب کی کتب میں بھی

بیان ہونے لگے ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان لکھتے ہیں۔

"CAR ER V GOOD" کی مشہور کتاب OF EDUCATIONAL RESEAVCH THE METHODOLOGY میں جو اصول بیان کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

"کسی واقعے کو پرکھنے کیلئے خارجی اور داخلی شہادتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مواد کہاں سے حاصل ہوا؟ راوی کون تھا؟ اس کے ذاتی حالات، مزاج، مذاق، کردار و گفتار کی نوعیت کیا تھی؟ اس کا تعلق ان واقعات سے کیا تھا؟ واقعہ نگاری کی نوعیت کیا ہے؟ پھر اس خاص واقعہ کے کتنے عرصے کے بعد راوی نے اسے نقل کیا ہے؟ وہ روایت محض حافظے کی بنیاد پر بیان کی گئی ہے۔ یا کسی اور راوی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے؟ اصل واقعہ کتنا ہے؟ اور تحریف یا اضافہ کس حد تک ہے؟ (۱۴)

مغرب کے اصول مسلمانوں سے اخذ کردہ ہیں :۔

یہ اصول CARTER V GOOD نے فراہم کئے ہوں یا DR HOLLIS نے جمع کر لئے ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ سب کے سب اور قطعی طور پر مسلمانوں کے اصول حدیث سے ماخوذ ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفی لکھتے ہیں۔ "اور یہ اصول ایسے ہیں کہ خود مغربی مستشرقین ان پر عمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ اصول "فکری تحقیق" یا "نظریاتی تحقیق" کے ذیل میں تو آسکتے ہیں۔ لیکن عمل تحقیق کے دائرہ عمل سے باہر ہیں اور یہ محض اس لئے ہے کہ ان کے ہاں وہ احتیاط نہیں برتی جاتی جو قرون اولیٰ میں مسلمانوں کے ہاں رائج تھی۔ موجودہ دور کا محقق اس بات سے خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے کوئی معاصر شہادت ڈھونڈھ نکالی ہے۔ اب اسے مزید تحقیق و تنقیح سے سروکار نہیں۔" (۱۵)

CARTER V GOOD نے جو اصول تحقیق بتائے ہیں وہ دراصل خوشہ چینی ہے مسلمانوں کے قرونِ اولیٰ کے اصولوں کی مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں :۔

"لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو اس واقعے میں شریک تھا اگر وہ خود شریک نہ تھا تو تمام شریک راویوں کا نام بہ ترتیب بتایا جائے۔ نیز وہ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ مشاغل کیا تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ فہم کیسا تھا؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذھن تھے یا دقیقہ بین؟ عالم تھے یا جاھل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا۔ سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اس کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے ------- (۱۶)

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش لکھتی ہیں۔

"فن تحقیق ایک قدیم فن ہے جسے کئی راویوں سے دیکھا جاتا رہا ہے اور آج بھی مختلف علوم و فنون

کے لئے مختلف طریقہ ہائے تحقیق مقرر کئے جاتے ہیں مضبوط تحقیق کا جدید تصور سب سے پہلے اہل یونان نے اپنایا اور یونانی مفکر ارسطو نے اسے پروان چڑھایا۔ خیال یہ تھا کہ کسی بات کو اس وقت تک تسلیم نہ کیا جائے جب تک کہ اس کا ثبوت یا اس کی صداقت کی دلیل موجود نہ ہو۔ اس طریق کار نے اہل یونان کی فکر و نظر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا کہ ہر شخص حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ لیکن سائنس میں تحقیق کا عنصر بہت حد تک مسلمانوں کا مرہونِ منت ہے۔ کیونکہ علم کے لئے تجربات، مشاہدات، باریک بینی اور تلاش و جستجوئے حقائق میں مسلمان، یونانیوں سے بھی آگے بڑھ گئے تھے تاہم اس ضمن میں مسلمانوں کی بالادستی ان کی عمیق نظری کا باعث تھی۔ الفارابی، الغزالی، ابن خلدون، ابن سینا اور ابن رشد جیسے سائنس دانوں اور ماہرین علم نے جدید طریقہ تحقیق کی بنیاد ڈالی اور ان ہی کی تحقیقات سے اہل یورپ نے استفادہ کیا (۱۷)

یونانیوں کی تحقیقات سائنس تفتیش اور ہیت و طبیعت پر جو کچھ کام کیا اس میں "بریفالٹ" کے بقول تحقیق و جستجو، تجربہ و مشاہدہ، دقت نظر اور حتمی نتائج کے حصول کی کمی تھی۔ پروفیسر طفیل ہاشمی بریفالٹ کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

"یونانیوں کی قدیم کتابوں میں دو سے زیادہ ایسی چیزوں کا ذکر نہیں ملتا جنکو سائنسی تجربہ کہا جاسکے۔ ایک تو فیثا غورث نے تانت کی تھرتھراہٹ معلوم کی۔ دوسرے بطلیموس نے انعطاف کا پتہ چلایا۔۔۔۔۔۔۔ یونان کے نہایت باقاعدہ مفکرین میں ہمیں ایسے معاملات میں حیرت انگیز لاپرواہی نظر آتی ہے جنکی تصدیق و توثیق نہایت آسانی سے کی جا سکتی تھی۔ مثلاً ارسطو لکھتا ہے۔ کہ شیر کی گردن میں صرف ایک ہڈی ہوتی ہے۔ انسان کی صرف آٹھ پسلیاں ہوتی ہیں۔ مردوں کے دانت عورتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ انڈے سمندر کے پانی پر تیرتے ہیں۔ الغرض یونانیوں کی تمام سائنس غیر تجرباتی تھی یہی وجہ ہے کہ وہ پانچ سو سالہ دور عروج میں ایک سڑک، ایک پل، ایک نہر اور ایک بھی کاریز نہیں بنا سکے۔ بلکہ برٹرنیڈرسل،)RUSIAL(نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے۔

THE WORLD AS HEETS RATHER THAN AS MAN OF SERENCE"

THEGVEEKO OBSERVED۔ ")۱۸(اسلام جب اپنی ترقی کی انتہاء کو چھو رہا تھا اس زمانے میں ابھی تک یورپ قرون مظلمہ کی انتہاء کو اور اسکی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جس دور میں صرف قرطبہ میں ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات، اکیس مضافاتی بستیاں، ستر لائبریریاں، کتب فروشوں کی بے شمار دوکانیں، مساجد، محلات، حمام، پختہ سڑکیں، گھروں میں آب رسانی کا اہتمام اور راتوں کو روشنی کا معقول انتظام تھا۔ اس کے سات سو سال بعد تک لندن کی کسی گلی میں روشنی کا انتظام نہیں تھا اور کئی صدیاں بعد تک پیرس کی گلیاں نا پختہ تھیں۔ (بقیہ ۴۸ پر)

(بقیہ اداریہ)

نصر اللہ خان اعلیٰ اللہ مقامہ نے ۱۹۷۷ء کی نام نہاد "تحریک نظام مصطفیٰ" (اسوقت مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے تحریک کو یہی عنوان دیا گیا تھا) میں دی گئی قربانیوں کو ۷۰ کلفٹن کی دہلیز پر رکھ دیا اور پیپلز پارٹی سے عقد ثانی کر کے پیار کی پینگیں بڑھائیں اور پاکستان کی تمام لادین سیاسی جماعتوں کو پھر سے کھل کھیلنے کے لئے ایم آر ڈی کا سٹیج فراہم کیا اور دراصل پیپلز پارٹی کو پھر سے زندہ کرنے کا پروگرام تشکیل دیا تب حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کا وجود ہی تھا جو اس پروگرام میں جمعیت علماء اسلام کے "ترقی پسند" عناصر کی راہ میں سنگ مزاحم بن گیا۔ حضرت مفتی محمود مرحوم تو آغاز میں ہی رحلت فرما گئے مگر ان کی باقیات نے ایم آر ڈی میں بھرپور کردار ادا کیا اور حضرت درخواستی نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیت میں اس کی بھرپور مخالفت کی۔ نتیجۃً پارٹی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ آج بھی جمعیت علماء اسلام کا ایک دھڑا بے نظیر حکومت کا "اٹوٹ انگ" ہے۔ اور عاشق جمہوریت حضرت نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے بھی اپنا "انگ" اسی اٹوٹ میں ڈال دیا ہے اور پیپلز پارٹی سے نواب صاحب کا یہ تیسرا عقد ہے۔

الغرض حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت کا ہر دور میں تمام دینی حلقوں نے بے پناہ احترام کیا اور مرنے کے بعد بھی یہ سعادت ان کے حصے میں آئی۔ اس کی اصل وجہ ان کی دین سے غیر متزلزل وابستگی اور عملی زندگی میں اتباعِ سنت نبوی ﷺ تھی۔ انہوں نے تمام عمر حدیث رسول ﷺ پڑھائی۔ انہیں اتنی کثیر تعداد میں احادیث یاد تھیں کہ حافظ الحدیث کا لقب ان پر صادق آیا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں مولانا سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المومن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ "مولانا کی دینی خدمات نصف صدی پر محیط ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جائیگا۔ ان کی وفات قحط الرجال کے اس دور میں ایک عظیم سانحہ ہے۔ وہ ان شخصیات میں سے تھے جو مرجع خاص و عام ہوتی ہیں۔ ان کی وفات پر صرف ان کے اہل خانہ ہی تعزیت کے مستحق نہیں بلکہ تمام اہل سنت اس غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جانشینوں کو ان کے نقش پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا کی تقریر کے ایک اقتباس کو یہاں تبرکاً نقل کر کے اس تعزیتی شذرہ کو ختم کرتا ہوں۔

"دینی قوتوں کا اتحاد ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔ بے دین لوگوں سے اتحاد اور ان کی رفاقت سے ہماری اجتماعیت منتشر ہو جائے گی۔ قرآن پڑھو، قرآن پر عمل کرو، حدیث رسول ﷺ پڑھو، سنت رسول ﷺ کی اتباع کرو، بے دینوں کے خلاف متحد ہو کر جہاد کرو۔ اللہ ضرور کامیابی عطاء فرمائے گا۔ سب کہو سبحان اللہ (۱)

(۱) حضرت مولانا مرحوم کا تکیہ کلام تھا۔

آئندہ شمارے میں ....

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی کا تحقیقی مقالہ —— "الفئتہ الباغیہ"

قاتل عمارؓ کون؟ —————— شامل اشاعت ہوگا۔.......... (ادارہ)

احساسات　　شیخ ادیب الرحمن

نہیں یہ میرا وطن نہیں ہے

میں پاکستان کا محب وطن شہری ہوں مگر اس پاکستان کا نہیں جہاں اسلام کا نام فیشن کے طور پر لیا جا رہا ہے۔ جہاں ڈش انٹینا تہذیب اور عریاں فلموں نے لوگوں کے ذہنوں میں تخریب کاری کے رجحانات کو ہوا دی ہے۔ جہاں رشوت لینا حقوق میں شامل ہے۔ جہاں فرقہ پرستی اور فرقہ سازی کے بدترین عمل کی بھرمار ہے۔ جہاں بڑے بڑے پیرانِ تسمہ پا اور جبہ و دستار سے مزین علماء سوء اسلام کے نام سے اپنی اپنی معاشی دکانداری چمکانے میں مصروف ہیں۔ جہاں عوام نے انگریزوں سے ظاہری آزادی تو حاصل کر لی ہے۔ مگر ان کے ذہن ان کی سوچ ابھی تک مغربی تہذیب کی چکا چوند میں قید ہے۔ وہ پاکستان ہر گز میرا نہیں۔ کہ جہاں علاقائی اور لسانی تعصب فروغ پا رہا ہے۔ جہاں اب بھی لڑکیوں کی پیدائش پر سوگ منایا جاتا ہے۔ دیر تک انکی شادی نہیں کی جاتی کہ جائیداد میں سے اپنا حصہ نہ لے جائیں۔ جہاں عورتوں کی عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ جہاں جاگیرداروں کو خدا کی طرح پوجا جاتا ہے۔ جہاں وڈیروں کا اندھا قانون چلتا ہے۔ جہاں قدم قدم پر اسلام کی تذلیل کی جاتی ہے۔ یعنی یہ پاکستان ہر گز میرا نہیں ہے۔

میرا پاکستان تو وہ ہے کہ جو ہمارے اور آپ کے بزرگوں نے اپنے سروں کے نذرانے پیش کر کے حاصل کیا تھا۔ جس کی بنیادوں میں ہمارے آباؤ اجداد کا خون ہے۔ جس کے لئے کتنی ماؤں کی چادریں اتریں اور کتنی سہاگنوں کی چوڑیاں ٹوٹیں۔ میں تو اس نظریاتی خداداد مملکت پاکستان کا شیدائی ہوں جس میں فرامینِ الٰہی اور تعلیماتِ محمدی ﷺ کو جاری و ساری کیا جائے جس میں اس آدمی کو افضل و بہتر جانا جائے جو سب سے زیادہ امانت دار اور ہر کام میں اللہ و اسکے رسول ﷺ کا پیروکار ہو۔ میں تو اس پاکستان کا چاہنے والا ہوں۔ جس کا خواب چوہدری رحمت علی اور علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ جس کا مطلب

"لا الہ الا اللہ"

بتایا گیا تھا۔ جس کے گھروں میں قرآن کریم کو محض برکت کے لئے نہ رکھا جائے۔ بلکہ اس کو پڑھا اور سمجھا جائے۔ اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ جس کا ہر نوجوان اقبال کا شاہین ہو۔ زیورِ تعلیم سے اپنے آپکو آراستہ کر کے اپنے وطن کے لئے مستقبل کا معمار بنائے۔

ایسے پاکستان کے لئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لئے تیار ہوں۔ کہ!

"میرا سب کچھ میرے وطن کا ہے"

حسنِ انتقاد

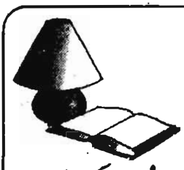

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری۔

بہائیت..... اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم

مصنف: بشیر احمد / ضخامت : ۴۴۳ صفحات / کتابت طباعت : مناسب / قیمت : ۱۵۰ روپے

ناشر و تقسیم کار: اسلامک سٹڈی فورم، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۷۵- راولپنڈی

ایران میں ایک آدمی تھا۔۔۔۔ علی محمد! آدمی کیا پچیس برس کا بھرپور جوان تھا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد! لیکن ایک دفعہ نمعلوم ....

"شب کو اس کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گیا؟"

جی ہاں! ۲۳ مئی ۱۸۴۴ کی رات، شیراز میں اس علی محمد نے اعلان کر دیا کہ میں امام مہدی تک رسائی کا دروازہ ہوں۔ "باب" دروازے کو کہتے ہیں۔ لہٰذا میں علی محمد باب ہوں۔ گویا آج سے ٹھیک ڈیڑھ سو سال پہلے ایران میں یہ باب کھلا اور یہ گل کھلا۔ لیکن اس سے بھی پہلے یہاں ایک اور گل کھلایا جا چکا تھا۔ وہ یہ کہ علی محمد (باب) کی مہدویت کا پھاٹک کھلنے سے کوئی ایک سو سال پہلے، شیخ احمد بن زین الدین احسائی نام کے ایک شیعہ عالم نے ایران میں شیخیہ فرقے کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یہ احسائی صاحب بھی بہت اعلیٰ چیز تھے۔ زیر نظر کتاب کے فاضل مؤلف کے بقول.........

"احسائی اپنے آپ کو بارہ ائمہ کرام کے زیر ہدایت سمجھتا تھا اور امام جعفر صادق سے روحانی رابطے کا دعوے دار تھا۔ اس نے آئمہ کرام کو کائنات کی تخلیق کی بنیاد قرار دیا اور اپنے عقیدت مندوں کو ہدایت کی کہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے وقت اپنی توجہ حضرت علی کی طرف مبذول کیا کریں۔ اس نے شیعہ اصولِ دین، توحید وعدل کو ایک رکن قرار دیا۔ جسمانی معراج کا انکار کیا۔ قرآن کی روحانی تفسیر پر زور دیا اور اسے لفظی تفسیر پر ترجیح دی کیونکہ لفظ موت سے ہمکنار کرتے ہیں اور روح زندگی بخشتی ہے۔ اسکا یہ بھی عقیدہ تھا کہ بعثت (پیغمبر کا بھیجا جانا) جسمانی نہیں، روحانی ہوتی ہے۔ نبوت، رسالت اور امامت کے بعد، ایک "رکن رابع" ہوتا ہے جو امام تک رسائی کا واسطہ ہوتا ہے"

یہاں فاضل مؤلف نے احسائی کی تعلیمات اور عقائد و افکار کے بیان میں اجمال سے کام لیا ہے۔ جس سے قاری پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ "رکن رابع" سے احسائی کی مراد کیا تھی؟ اس کی اپنی ذات یا کوئی اور بھی؟ نیز یہ کہ "رکن رابع" کے منصب سے کیا کیا ضروریات و شرائط، علامات و خصائص اور امور و فرائض وابستہ کئے گئے تھے؟ اور پھر یہ بھی کہ یہ "رکنِ رابع" کس "امام" تک رسائی کا واسطہ تھا؟ امام مہدی یا امام جعفر صادق؟ تاہم حقیقت حال تک پہنچنے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ جناب جعفر صادق کی وفات (۷۶۵ء) کے ساڑھے نو سو سال بعد (۱۷۵۳ء میں) پیدا ہونے والا احسائی، اگر ان سے اتنا قریبی رابطہ قائم کر سکتا ہے تو اس کے لئے جعفر صادق سے بھی ایک سو آٹھ برس بعد (۸۷۳ء میں) "غائب" ہو جانے والے (نام نہاد) امام مہدی سے رابطہ کیوں دشوار ہونے لگا؟ جبکہ احسائی نے ۱۰۵ سال عمر پائی اور بظاہر اس قسم کی "رابطہ امام مہم" کے لئے یہ کوئی معمولی مدت یا مختصر مہلت نہیں۔

احسائی کی موت کے اٹھارہ سال بعد، اسی فرقہ شیخیہ میں علی محمد باب اٹھا، جس نے احسائی کی محنت کا میٹھا پھل کھایا، "فتح باب" کا مرحلہ طے کیا اور دعاوی کی بوچھاڑ کر دی۔ رکنِ رابع، مہدی موعود، قائم آلِ محمد، امام زماں، ایلیا، مظہر الٰہی .... اور نجانے کیا کیا؟ مسلسل چھے سال، باب نے ایرانی حکومت کو تگنی کا ناچ نچایا۔ شیعہ مجتہدین کے لئے برآشفتگی، برافروختگی اور برانگیختگی کے تازہ بہ تازہ اسباب مہیا کئے۔ عوام میں زبردست ہلچل پیدا کی۔ نئی شریعت، نئے مذہب، نئے ضابطے، نئے مسائل، نئے اصول، نئے احکام، نئے الہام، نت نئے دعووں اور نئی نئی اصطلاحات سے ایک طوفان بد تمیزی برپا کر دیا اور آخر ۹ جولائی ۱۸۵۰ کو وزیر اعظم ایران کے حکم پر ساڑھے سات سو گولیوں کا ہدف بن کر مرگِ مفاجات تک رسائی پائی۔

"باب" کے مرنے (یا "بند" ہونے) کے بعد مرزا حسین علی نوری اس کا جانشین ہوا جس نے "بہاء اللہ" کا لقب اختیار کر لیا۔ "مظہر ظہور الٰہی" (انسانی شکل میں خدا) ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک یکسر نئی شریعت متعارف کرائی۔ فلسطین کو اپنا مرکز بنایا۔ انتالیس سال تک "بہائیت" کو فروغ دیا اور ۱۸۹۲ء میں علی محمد باب اور احسائی سے جا ملا۔

بہاء اللہ کے بعد عبد البہاء اور عبد البہاء کے بعد شوقی آفندی ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ شوقی کے لاولد مر جانے کے بعد (۱۹۵۷ء میں) ۲۷ بہائی بزرگ........ "ایادی امر اللہ"........ بہائیت کے والیان و وارثان مقرر ہوئے۔ پھر ۱۹۶۳ء میں بہائیت کے جملہ امور کی نگرانی اور قانون سازی کا عالمی ادارہ "بیت العدلِ اعظم" قائم کر دیا گیا۔ کہاں؟ حیفہ (اسرائیل) میں!

بہائیت اس وقت ایک عالمی تحریک ہے اور ایک مستقل مذہبی وحدت، جس کے اپنے شرعی، اعتقادی، فکری، عملی اور تنظیمی دوائر ہیں اور اپنے ہی نظامات، جو باہمی اور داخلی طور پر حد درجہ مربوط اور اپنی اپنی جگہ حد درجہ فعال ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا؟ اس کا جواب آپ کو جناب بشیر

احمد کی کتاب "بہائیت اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم" میں ملے گا۔ یقین جانیئے کہ اس کتاب کی ایک ایک سطر حیران کن بلکہ ہوشربا انکشافات سے عبارت ہے۔

قادیانیت اور بہائیت میں پائی جانے والی گہری مماثلت، فکری اشتراک، زمانی اور مکانی قرب، طریقۂ واردات میں یکسانیت، باہمی رابطہ و تعاون اور مشترک سرپرستوں کی طرف سے ان کی مسلسل اور مکمل سرپرستی۔ ایسے حقائق ہیں جو ہمیں بعض متعین قطعی اور حتمی نتائج تک لے جاتے ہیں۔ لیکن یہ حقائق، تلاش و جستجو، تحقیق و تفحص اور کدّ و کاوش کے کتنے ہی جانکاہ مرحلوں سے گزرنے کے بعد ہاتھ آتے ہیں او راپنے منطقی ربط اور فطری ترتیب کے ساتھ مجتمع کر دیئے جانے پر ایک بالکل نیا منظر، نیا منظر نامہ تشکیل دے دیتے ہیں۔ یہ محض ہمارا تاثر نہیں ہے بلکہ ہر انصاف پسند قاری یہ گواہی دے گا کہ پیشِ نظر کتاب کے فاضل مؤلف کی بے پناہ محنت اور بے مثال کاوش کو جس رخ سے بھی پرکھا اور جس اعتبار سے بھی جانچا جائے، کتاب اپنا تحقیقی امتیاز اور علمی معیار بہر انداز منواتی ہے۔ مؤلف نے سینکڑوں ماخذ سے استفادہ کیا ہے اور عربی، فارسی، اردو، انگریزی میں موجود بہائیت سے متعلق ایک ایک حوالہ کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے ایسی ایسی خفیہ سربستہ اور بظاہر ناممکن الحصول معلومات کی فراہمی ممکن بنائی ہے کہ باور نہیں آتا...... یوں بھی ہو سکتا ہے؟ روس، برطانیہ، اور فرانس کی ساختہ پرداختہ بہائیت نے اپنے آقاؤں کے مفادات کا تحفظ کیونکر کیا؟ اسرائیل کے قیام کی راہ کیونکر ہموار کی؟ پوری دنیا میں اپنی سرگرمیوں کو کس انداز میں منظم کیا؟ بہائیت کن کن داخلی اور خارجی بحرانوں سے دوچار ہوئی؟ آج کل پاکستان سمیت دنیا کے کس کس ملک میں بہائی سرگرمِ عمل ہیں؟ ان سب سوالوں کے جواب اس ایک کتاب میں آگئے ہیں۔

ہم یہاں قارئین کو یاد دلانا چاہیں گے کہ ابھی پچھلے دنوں پاکستان میں (اور خصوصاً لاہور میں) بہائیوں نے قرۃ العین طاہرہ کی یاد میں تقاریب منعقد کیں اور ہمارے نام نہاد مسلمان دانشوروں نے آزادیٔ نسواں کے حوالے سے "طاہرہ" کی یاد میں ٹسوے بہائے، ٹھنڈی آہیں بھریں۔ اور اس کی عظمت کے گن گائے۔ یہ وہ کافر ادا حسینہ ہے جو علی محمد باب پر سو جان سے فدا تھی اور اسی کی خاطر سزائے موت سے دوچار ہوئی۔ اس کی شاعری اور باب کی شان میں اس کے قصیدے واقعی خاصے کی چیز ہیں۔ خصوصاً وہ مشہور قصیدہ جس میں باب سے ملاقات کا اشتیاق یوں ظاہر کیا گیا ہے کہ

گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ روبرو | شرح دہم غمِ ترا نکتہ بہ نکتہ موبمو
از پے دیدنِ رخت، ہمچو صبا فتادہ ام | خانہ بخانہ دربدر کوچہ بہ کوچہ کو بکو
دورِ دہانِ تنگِ تو، عارضِ عنبریں خطت | غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو
می رود از فراقِ تو خون دل ازو دیدہ ام | دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو
مہر ترا، دل حزیں بافتہ برقماش جاں | رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

در دل خویش طاہرہ گشت و نیافت جز ترا صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بتو

ماننا چاہیئے کہ ایسی اچھی شاعری صرف بہائیت کی دین ہے۔ لیکن ہمیں یہاں علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کے اشعار بھی یاد آرہے ہیں جن کی زبردست تاریخی اہمیت ہے۔ مگر وہ کم کم سننے میں آتے ہیں۔ اشعار دیکھئے کہ

آغا امام اور محمد علی ہے باب اس دین میں ہے ترکِ سوادِ حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظرِ ما رسیدہ ہست یعنی زحجاب غیرت کبریٰ دریدہ ہست

یہاں آغا سے مراد سر آغا خاں اور محمد علی سے مراد "قائد اعظم" ہیں اور اشارہ ۱۹۲۱ء میں محمد علی جناح کی لندن سے واپسی اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے کے اعلان کی طرف ہے۔ تلمیح قابلِ توجہ اور طنز کی بلاغت قابل داد ہے۔

یہاں ضمناً یہ بتلانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بہائیوں کے یہاں بھی ایک "قائد اعظم" ہیں وہ شوقی آفندی کو "قائد اعظم" کہتے اور مانتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں وہ اور بھی کئی "اعاظم" کے قائل ہیں۔ مثلاً باب کو نیر اعظم "بہاء اللہ کو ظہور اعظم اور عبدالبہاء کو غصنِ اعظم کہتے ہیں۔ سچ ہے.........

"ایسی باتیں سب اختراعی ہیں"

(بقیہ از ...)

جس وقت اسپین میں تقریباً ہر شخص پڑھنا لکھنا جانتا تھا۔ یورپ میں معدودے چند افراد مذہبی کتب کی تلاوت کر سکتے تھے۔

جب اسلامی یونیورسٹیاں بین الاقوامی شہرت کی حامل تھیں۔ یورپ میں بمشکل تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔

الغرض اسپین میں تمدن اپنے عروج پر تھا اور انسانی تاریخ میں جب بھی تمدن کا دور دورہ ہوا، صنعت و حرفت میں ترقی ہوئی ہے اسپین کے شہروں میں تمام صنعتیں اعلیٰ پیمانے پر قائم تھیں۔ چنانچہ یورپ نے دیگر علوم کی طرح صنعت و حرفت بھی سپین سے حاصل کی۔ (۱۹)

علم کی کوئی شاخ اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا کہ جس میں یورپ نے مسلمانوں کے علوم و فنون سے استفادہ نہ کیا ہو۔ یورپ آج علمی و فنی بالادستی اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی پر نازاں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو آج یورپ کا حال افریقہ سے بھی بدتر ہوتا۔

۱۳- ایضاً ص ۳۰ تا ۲۷
۱۴- اردو میں اصول تحقیق، انتخاب مقالات ج، اص، ۴۶/۴۵
۱۵- ایضاً ص، ۴۶
۱۶- مقدمہ سیرت النبی ﷺ ص، ۶۴
۱۷- تحقیق، انتخاب مقالات ج، اص، ۵،۴
۱۸- پروفیسر طفیل ہاشمی، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے ص، ۱۰/۹
۱۹- ایضاً ص، ۲۹۱

رپورٹ: مھدی معاویہ

چمن چمن اُجالا

مرزا غلام قادیانی نے پوری امتِ مسلمہ کو غلیظ گالیاں دی ہیں۔

مرزا قادیانی نے سات سو روپے ماہانہ وظیفہ کے عوض لیپل گریفن کے دربار میں کرسی لی۔

ربوہ میں سولھویں سالانہ سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس سے قائد تحریکِ ختم نبوت ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری، اور دیگر زعماءِ احرار کا خطاب۔

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذاتِ گرامی کسی انسان کی مداح و منقبت کی محتاج نہیں۔ بلکہ جس کسی نے بھی آپ کی شان میں مدح کھی ہے اسکا اپنا مرتبہ اس نسبت سے بلند ہوا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر نبوت ورسالت، لمامت و عصمت ختم ہو گئی۔ آپ کی ختم نبوت کا انکار دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے بہت سے بد دماغ اور کج فہم اس دور میں ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے آفتابِ ختم نبوت کے سامنے اپنی جعلی نبوت کی موم بتی جلانے کی کوشش کی مگر تابکے؟

انھی احمقوں میں مراق کا ایک مریض مرزا غلام احمد نامی شخص سکنہ قادیان بھی تھا۔ جسے ٹیچی ٹیچی نامی "بلا" وحی کیا کرتی۔ اس مجہول الدماغ کے چیلے چانٹوں اور شتونگڑوں کا گڑھ ربوہ ہے۔ جسے انہوں نے اپنے زعم میں ایک عرصہ تک ملک کے اندر ایک دوسرا ملک بنائے رکھا۔ مگر احرار کی یلغار سے کب تک محفوظ رہ سکتے تھے؟ وہ دن بھی آیا جب ربوہ کے درو دیوار احرار والوں، حق کے متوالوں کے نعرہ ہائے تکبیر اللہ اکبر اور نعرۂ ختمِ نبوت سے گونج اٹھے۔

اسلام ہو پھر غلغلہ انداز جہاں میں
احرار کی یلغار پہاڑوں کو ہلا دے

۱۲ ربیع الاول ------ جس کا سال بھر انتظار رہتا ہے۔ اس روز مرکزِ کفر ربوہ میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام جامع مسجد احرار ربوہ میں سیرت النبی کانفرنس اپنی پوری آن بان اور شان و شوکت سے منعقد ہوتی ہے۔ حسبِ سابق اس سال بھی ۱۲ ربیع الاول کو سولھویں سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس تھی۔ جس کی تیاریاں کئی روز سے شروع تھیں۔ بیرونی وفود ایک روز قبل ہی مسجد احرار پہنچنا شروع ہو گئے۔ اس مرتبہ حاضری پہلے سے تقریباً دوگنی تھی اور یہ محض اللہ کا فضل تھا۔ صبح دس بجے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ قاری اصغر عثمانی صاحب کی تلاوت سے ابتدا ہوئی نعت و نظم کا سلسلہ چلا، مقررین نے اپنے خطابات میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر مختلف پہلوؤں اور حوالوں سے روشنی

ڈالی۔ آپ کا مقصد بعثت اور آپ ﷺ کی نجی اور اجتماعی زندگی کے متعلق لوگوں کو بتایا۔ سنایا اور سمجھایا۔ ان مقررین میں مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مولانا محمد مغیرہ، حافظ کفایت اللہ مولانا خالد مسعود گیلانی، مولانا غلام مصطفٰے صاحب مولانا محب النبی، مولانا محمد یوسف احرار، مولانا اللہ بخش صاحب، اور دیگر بہت سے مقررین نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے دینی، مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی پہلوؤں کو بیان کیا۔ یہ سلسلہ ظہر تک چلا۔ نمازِ ظہر کے بعد جلوس کی تیاریاں ہوئیں۔ جناب سید محمد کفیل بخاری نے احرار کارکنوں کو جلوس کے متعلق ہدایات دیں۔ اس کے بعد قائدین احرار کی قیادت میں جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جلوس ربوہ کی شہری حدود میں داخل ہو گیا۔ نعرے لگ رہے تھے۔

.... نعرہ تکبیر اللہ اکبر، نعرہ رسالت محمد رسول اللہ......... ختم نبوت زندہ باد، شہداء ختم نبوت زندہ باد،......... شہداء جنگ یمامہ زندہ باد، شہداء ۵۳ء زندہ باد،....... امیر شریعت زندہ باد،........ احرار رضاکاروں کے دلوں میں ایک جذبہ تھا، ایک ولولہ اور غلغلہ تھا۔ اوراحرار والوں کی ہیبت سے ربوہ کے باسیوں پر دبدبہ تھا۔ جلوس دھیرے دھیرے اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔ ... راستہ میں کادیانیوں کا اقصیٰ چوک پر معبد آ گیا........ جس کے سامنے احرار رضاکار قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری مخاطب تھے اور رضاکار گوش بر

بے نظیر کا کلچر کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا کلچر ہے۔

آواز!........ وہ کہہ رہے تھے۔

احرار کے جانثار ساتھیو!

تمہاری کیا ہی بات ہے۔ تم نے اپنے آغاز میں انگریز کی نصرانی حکومت کے دانت کھٹے کئے اور انکے اقتدار کا بوریا بستر گول کر دیا........ وہ کہتا تھا کہ میری سلطنت اتنی وسیع ہے کہ اسمیں سورج غروب نہیں ہوتا۔ بخاری نے کہا تھا "تمہاری سلطنت غروب ہو رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے، تمہارا اقتدار، تمہارا غرور و تکبر ہمارے پاؤں تلے روندا جا رہا ہے"......... ہاں ہاں شاہ جی نے کہا تھا "وہ دیکھو انگریز جا رہا ہے"۔ قوم نے پلٹ کر دیکھا تو انگریز اپنی پھٹی ہوئی پتلونوں اور دریدہ شرٹوں کے ساتھ بکھرے بالوں کے ساتھ اپنے گورے چہروں پر لعنت کی سیاہی لئے الٹے قدم بھاگ رہا تھا۔ شہداء جنگِ آزادی کا خون رنگ لا رہا تھا۔ اور آزادی کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔

انہی شکست خوردہ انگریز حکمرانوں کے بوٹ اپنی زبانوں سے پالش کرنے والے مرزائیو!

انگریز کی ٹکسال میں گھڑی ہوئی مہر شدہ جھوٹی نبوت کے وارثو!

امریکہ کے ایماء پر پاکستان میں دینی روایات کو ذبح کیا جا رہا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ تم لوگ ختم نبوت کے منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہو۔ اور اپنے لئے اخروی عذاب کو تم نے پسند کر لیا ہے۔

شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں داخل ہونے کا صرف ایک دروازہ ہے اور اس سے خارج ہونے کے کئی روزن ہیں۔ جہاں کوئی نافرمانی ہوئی۔ سنت کا انکار کیا تو مسلمان نہ رہے۔ اور جو لوگ ختم نبوت کا انکار کر دیں وہ کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال مرحوم، جس نے کہا تھا قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے، یہ انگریزوں کے ایجنٹ ہیں، ملک قوم اور وطن تینوں کے غدار ہیں۔

اس اقبال کا فرزندِ ناہموار......جاوید اقبال کہہ رہا ہے کہ "یہ احمدیوں والا مسئلہ ملاؤں نے اٹھایا تھا۔ آج قائداعظم زندہ

مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں کے مقاصد میں اسلام اور انسانیت کی خوشحالی و فلاح نہیں ہے

ہوتے تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا جاتا" میں کہتا ہوں جاوید اقبال! .... اگر آج اقبال زندہ ہوتے تو تمہارا وہی حشر کرتے جو اپنے بیٹے آفتاب اقبال کا کیا تھا۔ اور جو اپنے قادیانی بھائی کے ساتھ کیا تھا۔ اقبال، جاوید کو غیر مسلم قرار دیکر اپنی جائداد سے عاق کر دیتے۔

انہوں نے کہا کہ بعض سینیٹرز، ایم این ایز اور ایم پی ایز قوم کو یہ دیا کھیان اور بھاشن دے رہے ہیں کہ "ہم نے دینی قوتوں کو ختم کر دیا ہے ان کو شکست دیدی ہے"۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ووٹ اور انتخاب کوئی معیار نہیں ہم روزِ اول سے اس مؤقف کے قائل ہیں کہ جمہوریت کا ہمارے دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ذریعے اسلام آسکتا ہے۔ ہمارا دین صرف عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ ہمیں سیاست میں معیشت اور معاشرت میں، زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ اس ملک میں کروڑوں مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جن کے دلوں میں اس دینِ اکمل کے انقلاب کا جذبہ سمندر کی طرح متلاطم ہے۔ ان کی آنکھوں میں انقلاب مصطفوی کی چمک ہے۔ انہوں نے احرار رضا کاروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

پاکستان کی خاموش دینی اکثریت انتخاب نہیں، دینی انقلاب کی منتظر ہے

"ہماری کامیابی کا راز اتباعِ رسول اور اتباعِ سنت نبوی میں ہے بس اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ انشاء اللہ ناکامی تمہارا سامنا بھی نہ کر سکے گی۔ کامیابی تمہارا مقدر اور نصرت تمہارے قدموں کے نیچے ہو گی۔

ان کے بعد خطیب احرار مولانا محمد مغیرہ گویا تھے

"مرزائیو! تم لاکھ جتن کر لو، لاکھ ہاتھ پاؤں مار لو مگر شکست تمہارا نصیب ہو چکی ہے۔ اور تمہاری آخری منزل وہ منزل ہے جس کو قرآن مقدس نے جہنم کا نام دیا ہے۔

ہم محبت سے کہتے ہیں کہ جہنم کی اس آگ سے بچنا چاہتے ہو تو آؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گر پڑو کہ

کامیابی اسی میں ہے۔

یہاں سے جلوس دوبارہ منظم ہوا۔ اور آگے بڑھنے لگا۔ قائد احرار فاتح ربوہ ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ قیادت فرما رہے تھے۔ اور احرار اپنے قائد کی متابعت میں چل رہے تھے پھر وہی نعرہ ہائے تکبیر و توحید اللہ اکبر، اللہ احد سے فضا معمور تھی۔ چلتے چلتے "ایوانِ مذموم" آگیا جلوس پھر رک گیا۔ احرار کے نوجوان رہنما جناب عبداللطیف خالد چیمہ آگے بڑھے اور کہا

تلاشِ منزل میں چل پڑے ہیں، بجا کہ زادِ سفر نہیں ہے
مگر ہمیں کامراں رہیں گے کہ ہم کو لٹنے کا ڈر نہیں ہے

اور

رسرے عزیزو تمہیں گماں ہو کہ غم کے بادل نہیں چھٹیں گے
نہیں نہیں ایسی کوئی شب نہیں ۔ کہ جس کی روشن سحر نہیں ہے

اس کے ساتھ ہی انہوں نے نعروں کی فلک شگاف گونج میں ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کو

مسلمانوں کی کامیابی کا راز اتباع رسولؐ میں مضمر ہے

دعوتِ خطاب دی...... حضرت شاہ جی تشریف لائے اور خطبۂ مسنون کے بعد فرمایا

اے راہ حق کے سفیرو وفا کے متوالو
تمہیں بزرگوں کی روحیں سلام کہتی ہیں

اللہ کے دیوانو! وفا کے متوالو! احرار ساتھیو!

آپ کو صد ہا صد مبارک ہو کہ آپ صرف اور صرف دین کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا مقصد ووٹ، الیکشن اور کسی کی ذاتی مخالفت نہیں ہے۔ آپ کا مقصد وہ عظیم الشان مقصد ہے۔ جس کی بنیاد پر سارا دین قائم ہے۔ اس مقصد کے ساتھ تو دنیا کا کوئی پروگرام اور نظم و نسق نہیں ملتا۔ پاکستان کی جماعت مسلم لیگ ہو یا پیپلز پارٹی۔ ان دونوں کے منفی مقاصد ہیں۔ ان کے مقصد میں دین یا انسانیت، خوشحالی اور فلاح شامل نہیں ہے۔ ہمارا اور آپ کا مقصد ہماری اور آپ کی اصلاح ہے۔ ہماری دنیا کی بہتری اور ہماری آخرت کی نجات ہے۔ اور یہ سب سے بڑا مقصد ہے میں ربوہ کے ہموطن مرزائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس عظیم مقصد میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ وہ آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا چراغ روشن کر دیں۔ اس کو بجھانے کی فکر مت کریں۔ اس کو بجھانے والا کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ غلام احمد قادیانی کو بے شک تم مرزائی بہت بڑا آدمی مانتے ہو۔ لیکن مرزا غلام احمد نے حضور ﷺ کے بعد پیدا ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنے آپ کو محمد و احمد کہا۔ تمام مسلمانوں کو گالیاں دیں۔ ان کی ماؤں بہنوں کو گالیاں دیں۔ علماء کرام کو گالیاں دیں۔

دین کا کام کرنے والے کارکنوں سے نہایت بے باکی و بیہودگی اور ناشائستگی سے مخاطب ہوا۔ عربی اسکو صحیح نہیں آتی، فارسی اسکو صحیح نہیں آتی۔ اور حادثہ یہ ہے کہ اسی ربوہ میں وہ صاحب رہتے ہیں جو مرزا صاحب سے اچھی عربی لکھتے ہیں۔ اسکے باوجود یہ لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ غلام احمد قادیانی کے باوا جان، دادا جان، دیگر اعزہ و اقارب تمام انگریزوں کے پروردہ ہیں ۱۸۳۱ء سے لیکر ۱۸۶۳ء تک یہ خاندان سکھوں اور انگریزوں سے پرورش پاتا رہا۔ سر لیپل گریفن کے دربار میں غلام احمد کو کرسی ملی۔ اس دور میں سات سو روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ اور جے سنگھ بہادر نے غلام احمد کادیانی کو اس دور میں لکھنے کے لئے دو ہزار روپیہ دیا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اگر ان کا پروگرام دین ہوتا تو دین تو سرمائے کا محتاج نہیں ہے۔

شاہ جی نے خطاب کرتے ہوئے کہا

مسلم لیگ وہ جماعت ہے جس نے تیرہ ہزار مسلمانوں کو سن ۵۳ء میں ختم نبوت کا نام لینے کی وجہ سے شہید کیا۔ پیپلز پارٹی وہ جماعت ہے جس نے **ایف ایس ایف** کے ذریعے ۷۴ء میں **درجنوں** مسلمانوں کو شہید کیا یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد میں بھٹو نے ان کو ناٹ مسلم لکھ دیا نان مسلم نہیں کہا۔ نان مسلم تو ضیاء الحق نے آکر کہا۔ ہمارا کلچر وہ نہیں جو بے نظیر گٹار کی شکل میں دے رہی ہے۔ بلکہ ہمارا کلچر تو وہ ہے جو حضور ﷺ نے دیا۔ اور

شکست مرزائیت کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے

حضور ﷺ نے فرمایا گانا بجانا مکمل حرام ہے۔ اسکی گنجائش قطعاً نہیں۔ گٹار کلچر کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ کا ہے۔ قبل از اسلام کفار کا کلچر ہے۔ پاکستان میں بے نظیر حکومت امریکہ کے ایما پر دینی روایات ذبح کر رہی ہے۔ اسلام آباد میں گرینڈ کلچر شو اسی کا حصہ تھا۔

انہوں نے کہا کہ افسوس علماء کرام جہاد کے مقدس فریضہ کو بھول گئے اور مزاحمت کی بجائے مفاہمت کی راہ اختیار کر لی۔ حالانکہ ملک کی خاموش اکثریت افغانستان اور الجزائر کی طرح دینی انقلاب کی منتظر ہے۔

حکومت کو متنبہ کرتے ہوئے کہا

یہ ملک مسلمانوں کا ہے یہاں وہی نظام پنپنے دیا جائیگا جو اللہ نے نبی آخرالزماں ﷺ پر نازل کیا۔ اور جس کو صحابہ کرام نے اپنا لہو دیکر دنیا میں قائم کیا۔ شاہ جی کے خطاب ختم ہونے پر جلوس ایک دفعہ پھر منظم ہو کر اپنی آخری

علامہ اقبال اگر آج زندہ ہوتے تو جاوید اقبال کو غیر مسلم قرار دیکر تمام جائیداد سے عاق کر دیتے

منزل کی طرف چلا۔ ربوہ کے بس سٹاپ پر جلوس رک گیا جہاں چنیوٹ کے معروف ایڈووکیٹ اور تحریک طلباء اسلام کے سابق صدر جناب ملک ربنواز صاحب کا مختصر اور ولولہ انگیز خطاب ہوا جس میں انہوں نے کہا۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اسلام تو آفاقی دین ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا۔ بلکہ خطرہ پاکستان کی سلامتی کو ہے حکومت کو ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور انکی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی لگانی چاہیئے آخر میں دعا ہوئی

اور جلوس پر امن طور پر منتشر ہو گیا۔
مسجد احرار میں جلسہ کے اختتام پر ایک قرار داد بھی متفقہ طور پر منظور کی گئی جس میں کہا گیا
توہین رسالت کیس میں مجرم کی گرفتاری کو یقینی بنایا جائے۔
وفاقی حکومت عدالتوں پر اثر انداز ہو کر خطرناک قادیانی مجرموں کو رہا کر رہی ہے اس عمل کو فوری طور پر روکا جائے۔
ربوہ میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر عمل در آمد کرایا جائے۔
قادیانی ترجمان روزنامہ الفضل ربوہ، ہفت روزہ لاہور کو بند کیا جائے۔ اور ضیاء الاسلام پریس ربوہ کو ضبط کیا جائے۔

قادیانیوں سے اسلام کو نہیں بلکہ پاکستان کو خطرہ ہے

سعودی عرب کی طرح پاکستان میں ڈش انٹینا پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔
چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دیا جائے۔
محکمہ انکم ٹیکس چنیوٹ کے قادیانی کلرکوں کو برطرف کر کے ان کے خلاف الزامات کی تحقیقات کرا کر سزا دی جائے۔
(اس مطالبہ میں چنیوٹ کی تنظیم تاجران، انجمن اہلیانِ شہر، انجمن نوجوانانِ اسلام شریک ہیں)

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ سرفروشانِ احرار نے بھرپور افرادی قوت کے ساتھ کانفرنس میں شرکت کی۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان سے ایک سو افراد پر مشتمل قافلہ احرار جناب حاجی عبدالعزیز اور صلاح الدین صاحب کی قیادت میں پہنچا۔ ملتان سے دو قافلے جناب سید کفیل بخاری اور شیخ فضل الرحمٰن کی قیادت میں، گڑھا موڑ، میلسی اور وہاڑی کے قافلے مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور جناب ڈاکٹر منظور احمد صاحب کی قیادت میں، رحیم یار خان سے مولانا بلال احمد، فیصل آباد سے محترم صوفی غلام رسول نیازی اور محمد اشرف علی، گوجرانوالہ سے شیخ عبدالمجید احرار امرتسری اور جناب محمد انور، مرید کے سے جناب حکیم محمد صدیق تارڑ، چکڑالہ سے جناب کپتان غلام محمد اور امتیاز حسین صاحب، تلہ گنگ سے جناب محمد عمر فاروق اور محمد اشفاق صاحب، سلانوالی سے سید خالد مسعود گیلانی، اور قاری محمد اصغر عثمانی صاحب، چیچہ وطنی سے عظیم الشان قافلہ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، لاہور سے میاں محمد اویس، ناگڑیاں، گجرات سے حافظ ضیاء اللہ، سیالکوٹ سے محمد ارشد صاحب حاصل پور، قائم پور، بستی شام دین، بستی شہلی غربی کا قافلہ جناب ابو معاویہ حافظ کفایت اللہ صاحب، ٹوبہ ٹیک سنگھ سے حافظ محمد اسمٰعیل، کمالیہ سے حافظ محمد صدیق، مظفر گڑھ سے صوفی واحد بخش صاحب بہاولنگر سے حکیم عبدالغفور صاحب اور ربوہ کے مضافات چھنی، کھچیاں، ڈاور، شاہین آباد، لالیاں اور دیگر بستیوں سے چھوٹے بڑے قافلے پورے ذوق و شوق کے ساتھ جوق در جوق کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام

بقیہ صـ ۳۸ پر

چمن چمن اُجالا

محمد مغیرہ معاویہ
رکن تحریک طلباء اسلام ملتان

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو تشکیلِ پاکستان ہوئی، تکمیل پاکستان تب ہو گی جب یہاں اسلام کا نفاذ ہو گا۔ سید عطاء المؤمن بخاری

ہم ۱۴ اگست کو آزاد ہوئے اور پندرہ اگست کو ایک اور طالع آزما کی غلامی کے شکنجے میں کس دیئے گئے۔ سید محمد کفیل بخاری

برصغیر پاک و ہند کی آزادی کسی ایک فرد کی ہمت یا فراست کا کمال نہیں اس میں ہزاروں علماء حق کا خون بھی شامل ہے۔ حافظ احمد معاویہ

تحریک طلباء اسلام ملتان کے زیر اہتمام "قیام پاکستان کا مقصد" کے عنوان سے ۱۴ اگست ۱۹۹۴ء کی شام ایک تقریب سے مقررین کا خطاب۔

۱۴ اگست پاکستان کی تاریخ میں جو حیثیت رکھتا ہے اس سے کون واقف نہیں۔ یہ دن اور یہ تاریخ ان خوابوں کی تعبیر کا دن ہے۔ جن میں مجاہدینِ آزادی نے اپنے لہو سے رنگ بھرا تھا۔
انگریز نے یہ ملک مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اور بجا طور پر مسلمان ہی اس بات کے حق دار تھے کہ وہ دوبارہ اس ملک کے حاکم بنیں۔ وہ کونسی قربانی تھی جو مسلمانوں نے اپنی متاعِ گم گشتہ اور آزادی کے حصول کے لئے نہ دی ہو آج آزادی کے اس دن کو بیتے نصف صدی ہونے کو ہے مگر پھر بھی انجانے میں ایک خوف...... ایک ڈر سا دامن گیر رہتا ہے کہ ہم ابھی آزاد نہیں ہوئے۔ ابھی آزادی کی منزل کوسوں دور ہے۔ اس لئے کہ آج بھی تو دین والوں، حق کے متوالوں کے لئے دار و رسن، اور قید و بند کی آزمائش باقی ہے۔ وہی دینِ حق کا استہزاء، احکام خداوندی کا ٹھٹھا، اور سننِ رسول ﷺ و صاحب اتباعِ رسول سے مذاق........ آخر یہ خطہ مسلمانوں نے کس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا؟ وہ کون سا مقصد تھا جس کے لئے عظیم الشان قربانیاں دی گئیں۔ اسی مقصد کے جاننے، اور سمجھنے کے لئے ۱۴ اگست کی شام عثمان آباد کالونی ملتان میں تحریک طلباء اسلام کے کارکنوں نے ایک مجلس کا اہتمام کر رکھا تھا۔ عنوان تھا۔

"قیامِ پاکستان کا مقصد"

مجلس گاہ کو مختلف بینروں، قومی اور تحریک طلباء اسلام کے پرچموں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ حاضرین کی بڑی تعداد نماز مغرب کے وقت ہی پہنچ چکی تھی۔ تقریب شروع ہونے تک تمام حاضرین اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ چکے تھے۔ حافظ ضیاء الرحمن کی تلاوت سے تقریب کا آغاز ہوا۔ جناب حسین اختر نے کلام اقبال سنایا۔ حافظ احمد معاویہ نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں کہا "برصغیر پاک و ہند کو آزادی ملی تو اس میں تنہا کسی ایک فرد کی ہمت یا فراست کا کمال نہیں تھا۔ اور نہ ہی یہ کوئی سیاسی شعبدہ تھا۔ یہ اسی تحریک آزادی کے تسلسل کا منطقی نتیجہ تھا جس کی بنیادوں میں سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید، اور دیگر شہداء بالاکوٹ کے علاوہ اور بہت سے مجاہدین آزادی کا لہو شامل تھا۔ کتنے ہی علماء کو آزادی کا نعرۂ حق بلند کرنے کی پاداش میں زنجیروں میں جکڑ کر جزائر انڈیمان، میں قید کر دیا گیا۔ اجتماعی پھانسیاں دی گئیں۔ اور بے شمار علماء اس گناہِ بے گناہی کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ مگر کوئی بھی فرعونیت انہیں جادۂ حق سے نہ ہٹا سکی۔ انہوں نے کہا کہ قیامِ پاکستان سے قبل نعرہ لگایا گیا پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الااللہ...... اس نعرہ پر جوانوں نے اپنی جوانیاں لٹا دیں، بوڑھوں نے بڑھاپے کو آزادی کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ عفت مآب خواتین نے ایمان کے بعد اپنی قیمتی شے عفت و عصمت کو بھی قربان کر دیا۔ مگر جب آزادی ملی تو معلوم ہوا کہ

کبھی جنکے خواب دیکھے تھے کہاں ہیں وہ سویرے؟
وہی روشنی کی حسرت وہی تہ بہ تہ اندھیرے!

صورتحال یہ ہے کہ دجل و فریب، عیاری و مکاری، فتنہ و فساد، بے دینی بے حیائی، فحاشی و عریانی کی تمام قوتیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ دندناتی پھر رہی ہیں اور خیر و برکت اپنی پوری رعنائی و دلکشی کے باوجود منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی یہ مجلس اسی بات پر غور و فکر کرنے کے لئے منعقد کی گئی ہے کہ جو پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اسی پاکستان میں اسلام کے نام لیواؤں اور اسلامی تحریکوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ آج کی یہ تقریب آپ کے دل کے درِ بند پر دستک دینے کے لئے منعقد کی گئی ہے کہ خدارا! سوچیئے کہ ہم کہاں تھے کیا تھے، اور کیا سے کیا ہو گئے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر جناب سید محمد کفیل بخاری نے اپنے مدلل خطاب میں کہا.........

"انگریز نے ایک تاجر کے روپ میں برصغیر میں قدم رکھا۔ اور رفتہ رفتہ اپنی سازشوں کے ذریعے اس ملک پر قابض ہو گئے۔ حکومت مسلمانوں سے چھینی گئی۔ اور آزادی کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں بھی مسلمانوں نے ہی دیں۔ تحریک آزادی کے آخری دور میں برصغیر کی ایک جماعت نے مسلمانوں کے لئے علیحدہ ٹکڑے کا مطالبہ کیا۔ اور نعرہ لگایا پاکستان کا مطلب کیا۔

لا الہ الا اللہ!

کہا گیا کہ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہو گا۔ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں گے۔ فرد اور معاشرے کی اسلامی اصولوں پر تربیت ہو گی۔ مگر آج وہی لوگ اس بات کے منکر ہیں۔ اور اپنے ماضی سے شرمسار اور شاکی ہیں۔ ہمارے نزدیک مسلم لیگ اور پی پی دونوں سیکولر جماعتیں ہیں۔ قیام پاکستان کے چند سال بعد مسلم لیگ ہی کے سیاہ دور میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے دوران تیرہ ہزار فدائین کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا جن کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پرامن جدوجہد کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ آج قومی اسمبلی کے سامنے ثقافتی شو ہو رہا ہے اور اخبار میں اشتہار شائع ہوا ہے۔ الحمد اللہ...... آؤ آزادی پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہایت شرمناک بات ہے دین کی واضح توہین ہے۔ اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حکمران یہ سب کچھ اپنے غیر ملکی یہودی و نصرانی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ان سرمایہ پرستوں، وڈیروں، جاگیر داروں حکمرانوں، اور سیاست دانوں کا مقصد حیات امریکہ کی غلامی اور اس کے بوٹ چاٹنا ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ جشن آزادی نہیں بلکہ پاکستان کے مجموعی حالات کا نوحہ اور مرثیہ پڑھنے کا دن ہے۔ ہم ۱۴ اگست کو آزاد ہوئے اور پندرہ اگست کو ایک اور طالع آزما کی غلامی کے شکنجے میں کس دیئے گئے۔ ہمارے سامنے آزادی کا نیا تصور پیش کی جارہا ہے۔ جس میں کوئی بھی آدمی توہین رسالت کر سکتا ہے۔ ننگا ناچ کر سکتا ہے۔ شعار اسلام کا مذاق اڑا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بانی پاکستان پر تنقید کرتا ہے تو اس کے لئے قانون موجود ہے۔ اسے قید بھی ہو گی اور جرمانہ بھی۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی تمام تر توانائیاں دینِ اسلام کے تحفظ کے لئے صرف کریں۔ تاکہ پاکستان میں ایک صحیح اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرہ تشکیل پاسکے۔

جناب سید محمد کفیل بخاری کے بعد صدر مجلس، ضیغم احرار حضرت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ کو دعوت خطاب دی گئی۔ اور وہ یوں گویا ہوئے...... دنیا کے اکثر مذاہب ایسے ہیں کہ جن کی بالادستی کی صورت میں کوئی دوسرے مذہب والا اپنی مذہبی معاملات کما حقہ نہیں بجالا سکتا۔ انہی مذاہب میں ایک ہندومت ہے جس کے بنیادی اصولوں میں ناچ گانا بجانا شامل ہے۔ یہ ایسی صورت ہے جس سے دوسرے مذہب والے بھی تنگ ہوتے ہیں۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس میں دیگر تمام مذاہب والوں کے لئے احترام موجود ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ہندومت، کوئی بدھ مت عیسائی وغیرہ اپنے مذہبی معاملات میں آزاد ہوتے ہیں۔ وہ اپنی عبادات اپنے معبدوں کے اندر کر سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں اس کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنے تمام اقلیتی حقوق حاصل رہیں گے۔ اور اسی صورت میں امن قائم رہ سکتا ہے۔

انگریزی نے ہمیں جو قانون دیا وہ اکثریت کی بنیاد پر تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ہندو کی اکثریت تھی۔ چنانچہ بہت سے انتظامی شعبے ہندو کے ہاتھ میں آگئے۔ جس سے ہندو مسلم فسادات کا آغاز ہوا۔ اور تحریک آزادی میں سوچ کا ایک نیا رخ پیدا ہوا اسی نئی سوچ کی بو پا کر انگریز نے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کے اصول پر دو جماعتوں کی تشکیل کی ایک کانگریس اور دوسری مسلم لیگ یہ تاریخ کی حقیقت ہے کہ دونوں جماعتوں کے بنانیوالا

انگریز تھا۔ اب ان دونوں جماعتوں نے اپنی اپنی قوم کے حقوق کی جنگ لڑنا شروع کی۔ جس سے انگریز کے خلاف متحدہ تحریک میں بہت حد تک کمزوری واقع ہوئی۔ ۱۹۳۹ء تک ان کا انداز کار اسی طرح رہا۔ اسوقت تک پاکستان مسلم لیگ کی منزل نہیں تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ایک بہت بڑے لیڈر نواب سر محمد یامین خاں، اپنی کتاب نامہ اعمال میں پاکستان مسلم لیگ کی منزل کب بنا اور کیسے بنا" کے عنوان سے لکھتے ہیں "یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو ڈاکٹر ضیاء الدین نے لنچ پر مجھ کو مسٹر جناح، سر ظفر اللہ خاں (قادیانی) سید محمد حسین بیرسٹر الہ آبادی کو بلایا، میرے ایک طرف مسٹر جناح اور ظفر اللہ خاں بیٹھے تھے۔ اور سر ظفر اللہ کے دوسری طرف سر ضیاء الدین احمد تھے۔ لنچ کے دوران سید محمد حسین نے بیچ بیچ کر جیسا کہ ان کی عادت ہے کہنا شروع کیا کہ چوہدری رحمت علی کی سکیم کہ پنجاب، کشمیر، سرحد، سندھ، بلوچستان مل کر بقیہ ہندوستان سے علیحدہ کر دیے جائیں ان سے پاکستان اس طرح بنتا ہے پنجاب کی پے، افغان کا الف، کشمیر کا کاف، سرحد کی سین، اور بلوچستان کی نان، پاکستان۔ جبکہ اس دوران سر ظفر اللہ خاں اس سکیم کی مخالفت کرتا رہا۔

مسٹر جناح دونوں کی تقریر سنتے رہے اور پھر بولے اسکو ہم کیوں نہ اپنالیں۔ اور اسکو مسلم لیگ کا کریڈٹ بنائیں۔ ابھی تک ہماری خاص مانگ نہیں ہے۔ (عوام میں پذیرائی) اگر اس مسئلہ کو اٹھائیں تو کانگریس سے مصالحت ہو سکے گی۔ (نامہ اعمال ص ۲۵۷ نواب سر محمد یمین خان)

پاکستان ابھی بھی منزل نہیں بنا بلکہ ایک سیاسی حربے کے طور اسے استعمال کرنے کا خیال ہے۔

یہ ہے وہ پس منظر جس کی بنیاد پر ہمارے احرار بزرگوں نے اختلاف کیا۔ وہ سب باتیں، سب خدشات جو ہمارے بزرگوں نے ظاہر کئے اور جن کے کہنے پر ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہا گیا۔ ان پر تبرا تولا گیا آج چھپ کر شائع ہو چکی ہیں جو اس طرح کا پراپیگنڈہ کرنے والوں کے منہ پر طمانچہ ہیں بہر حال تحریک پاکستان شروع ہوئی۔ اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے دعوے کئے گئے۔ بتایا گیا کہ وہاں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو گی۔ اور وہ آزادی کے ساتھ اسلام پر مکمل پیرا ہو سکیں گے۔ یہ دکھی دل مسلمانوں کے دل کی آواز تھی۔ انہوں نے اس نعرے اور دعوے پر لبیک کہا اور قیام پاکستان کیلئے جمع ہو گئے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہو گیا۔

مگر قیام پاکستان کے بعد سب سے زیادہ ظلم اسلام پر ہی کیا گیا۔ حکمرانوں نے اپنے اقتدار کی طاقت سے عوام کو خدا اور رسول کا باغی بنایا۔ بے تہہ سے لیکر آج تک جو نصاب تعلیم دیا گیا اس میں سے بتدریج دین کو خارج کیا گیا۔ تعلیم میں طبقاتی نظام کو اپنایا گیا۔

میڈیا، اخبارات، رسائل، ہفت روزے، سہ روزے، ماہنامے، ریڈیو، ٹی وی، کے ذریعے مغربی افکار و نظریات کو فروغ دیا گیا ان کی اشاعت کی گئی۔

کل تک امریکہ اس ملک کے لئے گالی تھا۔...... پورے ایشیاء کے لئے گالی تھا۔ اسی ایشیاء میں احمد عبدالرحیم سوئیکارنو نے امریکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"امریکی کتو! ایشیاء سے نکل جاؤ"...... موجودہ بے نظیر کے باپ نے امریکہ کو "وائٹ ایلیفنٹ" کہا تھا۔

آج اسی امریکہ کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کیا جارہا ہے کہاں گیا وہ پاکستان جو

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے نام سے دس کروڑ مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھایا گیا تھا۔ اب تو پاکستان کے درد میں ہر وقت ڈوبا رہنے والا نوائے وقت کا ڈائریکٹر جنرل مجید نظامی بھی بول اٹھا ہے کہ "حکمرانوں نے پاکستان کو نایاکستان بنا دیا ہے"

آج صورتحال یہ ہے کہ جس اسمبلی کے ماتھے پر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لکھا ہے اس کے سامنے گرینڈ کلچرل شو کے نام پر فحاشی و عریانی، بے حیائی کا ننگا ناچ کیا جا رہا ہے۔ قیام پاکستان کا مطلب قوم کو بھانڈ اور میراثی بنانا نہیں اور نہ ہی پاکستان کی شناخت نور جہاں، عارف لوہار، عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی، ہیں

پاکستان کی شناخت اسلام ہے۔ اور یہی نظام نافذ ہو گا تو امن ہو گا

پاکستان کی تشکیل ۱۹۴۷ء میں ہوئی تھی اور تکمیل اس وقت ہو گی جب یہاں اسلامی نظام کا نفاذ کیا جائیگا۔

فتنہ قادیانیت کے سیاسی احتساب پر پہلی معرکۃ الآرا کتاب

◉ سنسنی خیز انکشافات ◉ تاریخی دستاویزات ◉ حقائق و شواہد

قادیانیت کا سیاسی تجزیہ

جلد اول

تحریر و ترتیب۔ صاحبزادہ طارق محمود

تقاریظ

● ۔جناب راجہ محمد ظفر الحق (سینیٹر)

● ۔جناب شفیق مرزا (روزنامہ جنگ)

● ۔جناب پروفیسر محمد طاہر (مدیر التجوید)

● کمپیوٹر کتابت ● تین رنگا ٹائیٹل ● اعلیٰ طباعت

● صفحات 976 ● مضبوط جلد ● قیمت 300 روپے

منگوانے کا پتہ۔ مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

کاروانِ احرار

مجلس احرارِ اسلام کی رُکنیت سازی مہم

ادارہ

انتخاب مجلس احرار اسلام حاصل پور شہر و تحصیل

مجلس احرار اسلام حاصل پور شہر و تحصیل کے ارکان کا انتخابی اجلاس ابومعاویہ حافظ کفایت اللہ صاحب کی صدارت میں دارا بوسفیان میں منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر حاصل پور شہر و تحصیل کے عہدیداروں کا چناؤ عمل میں آیا۔

حاصل پور شہر

امیر: جناب مرزا محمد اقبال بیگ

ناظم: جناب حاجی ریاض احمد

ناظم نشرواشاعت: جناب محمد صدیق حسین شاہ

مقامی شوریٰ: ابوسفیان تائب، مرزا محمد اقبال بیگ، حاجی ریاض احمد۔ محمد صدیق حسین شاہ

تحصیل

امیر: حافظ ابومعاویہ کفایت اللہ

ناظم: جناب ابوسفیان تائب

ناظم نشرواشاعت: جناب محمد نعیم ناصر

ارکان مرکزی مجلس شوریٰ: ابوسفیان تائب، حافظ کفایت اللہ اجلاس میں جماعت کی موجودہ قیادت و پالیسی پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ رکن سازی مہم کو تیز کر کے زیادہ سے زیادہ احباب کو جماعت میں شامل کیا جائے گا۔ نیز جماعت کا لٹریچر وسیع پیمانے پر عوام میں پھیلایا جائے گا۔ خصوصاً نقیب ختم نبوت کی اشاعت میں اضافہ کر کے جماعت کی ترقی واستحکام کی راہ ہموار کی جائے گی۔

انتخاب مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے اراکین کا انتخابی اجلاس ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۹۴ء دفتر مجلس احرار اسلام بازار توپاں والہ میں حاجی عبدالعزیز صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا اللہ بخش

صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے اجلاس کا آغاز کیا۔

اجلاس میں متفقہ طور پر درج ذیل عہدیداروں کا چناؤ عمل میں آیا۔

صدر: حاجی عبدالعزیز

نائب صدر: (۱)جناب صغیر احمد (۲) چودھری کنور عبدالرحیم

ناظم: جناب صلاح الدین

نائب ناظم: محمد یونس

ناظم نشریات: محمد نعیم

اراکین شوریٰ: چودھری نورالدین صاحب، مشتاق احمد صاحب، ملک ربنواز مبوکہ، حافظ سعید احمد، حافظ اللہ بخش صاحب

نمائندگان مرکزی شوریٰ: حاجی عبدالعزیز صاحب، صلاح الدین صاحب

اجلاس میں تمام نومنتخب عہدیداروں اور ارکان نے اس عزم کی تجدید کی کہ ہم مجلس احرار اسلام کے منشور و دستور کی مکمل پابندی کرتے ہوئے حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ عقیدہ ختم نبوت، اور منصب صحابہ کے تحفظ کیلئے کوشاں رہیں گے اور فتنۂ مرزائیت و رافضیت کے محاسبہ و استیصال کو جاری رکھیں گے۔ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس راہ میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

انتخاب مجلس احرار اسلام خان پور۔ ضلع رحیم یار خان

مجلس احرار اسلام خان پور کے اراکین کا انتخابی اجلاس زیر صدارت حافظ محمد بخش صاحب، جناب مرزا عبدالقیوم بیگ کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے درج ذیل عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر: مرزا عبدالقیوم بیگ

نائب صدر اول: مولانا غلام غوث صاحب

نائب صدر دوم: عبدالستار صاحب

جنرل سیکرٹری: سعید احمد راجپوت

جوائنٹ سیکرٹری: قاری محمود احمد بلوچ

سیکرٹری نشرواشاعت: مرزا محمد واصف

مقامی مجلس شوریٰ:۔ مرزا عبدالقیوم بیگ۔ مولانا غلام غوث۔ حافظ محمد بخش۔ قاری محمود احمد۔ سعید احمد راجپوت۔ عبدالستار۔ مستری عبدالمالک۔ فیض محمد خرم۔ امام دین۔ شیخ کفائت اللہ

مسافرینِ آخرت

○ جناب محمد اعظم:

مدرسہ محمودیہ معمورہ (ناگڑیاں ضلع گجرات) کے معاون بھائی محمد اعظم صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ وہ انتہائی ملنسار اور صالح نوجوان تھے۔ دینی امور میں گہری دلچسپی لیتے اور انتہائی خلوص کے ساتھ یہ خدمت سر انجام دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

○ جناب غلام محمد (عرف بابامنا):

مجلسِ احرار اسلام تلہ گنگ کے مخلص کارکن محترم غلام محمد صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے وہ عرف عام میں بابا منا کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ وہ ایک خلیق اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ انکا فرزند محمد فہیم مدرسہ معمورہ ملتان میں قرآن کریم حفظ کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم غلام محمد مرحوم کی آرزو پوری فرمائے، اور ان کی اولاد کو صالح اور دین کا سپاہی بنائے۔

○ مولوی عبدالرحمن صاحب علووالی:

○ محترم غلام نبی خان کبول:

دونوں حضرات ضلع مظفر گڑھ میں مجلسِ احرار اسلام کے قدیم کارکن اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے۔ مجلس کے ابتدائی دور میں ان دونوں بزرگوں نے نہایت سرگرمی اور ایثار سے کام کیا۔ اپنے علاقہ میں دین کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور کردار اداء کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

○ حافظ نذیر احمد صاحب کو صدمہ:

مدرسہ معمورہ ملتان کے متعلم حافظ نذیر احمد کے والد گذشتہ دنوں کوٹلہ ارب علی خان ضلع گجرات میں انتقال کر گئے۔ وہ ایک صالح اور نیک سیرت انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں سے در گزر فرمائیں اور حسنِ آخرت کا معاملہ فرمائیں۔

○ جناب محمد هاشم خان مرحوم:

ملتان میں ہمارے کرم فرما محترم پروفیسر محمد ایوب خان صاحب کے والد ماجد جناب محمد ہاشم خان صاحب گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات قبول فرمائے اور سیئات معاف فرمائے۔ اور پروفیسر صاحب کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

○ جناب حکیم جان محمد صاحب:

مجلس احرار اسلام مرید کے کے صدر جناب حکیم جان محمد صاحب کا گزشتہ ماہ وصال ہو گیا۔ وہ حضرت امیر

شریعت کے عقیدت مند اور احرار کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے۔ تمام عمر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ اور استقامت و وفا کی لازوال داستان چھوڑ گئے۔ ان کا خلوص، محبت، وفا اور ایثار احرار کی تاریخ کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

○مولانا عبداللہ خالد کی رحلت:

مانسہرہ کے مشہور خطیب و عالم مولانا عبداللہ خالد ۱۷ جون کو رحلت فرما گئے۔ آپ ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا قاضی عبدالحق مرحوم کے ہاں مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ پھر خانقاہ سراجیہ کندیاں اور قاسم العلوم ملتان میں پڑھتے رہے۔ خانقاہ سراجیہ میں ابن امیرِ شریعت حضرت سید عطاء المؤمن بخاری بھی آپ کے ہم جماعت رہے۔ آپ نے اپنے وقت کے مشہور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور تحصیل علم کے بعد تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دینے لگے تحفظ ختمِ نبوت کے لئے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ظفر گراؤنڈ مانسہرہ میں آپ کے جانشین مولانا وقار الحق عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ علاقہ بھر میں آپ کی دینی خدمات کی وجہ سے ہزاروں مسلمانوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ پسماندگان میں آپ کے چھوٹے بھائی قاری عبید اللہ فاروق، ایک بیوہ، چار بیٹے، مولانا مفتی وقار الحق عثمان، حافظ حسین احمد زبیر، مفتی محمود الحسن، عمران اور دو بیٹیاں شامل ہیں اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین) ادارہ نقیب ختمِ نبوت کے تمام ارکان پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور مولانا کی مغفرت کے لئے دعاء گو ہیں۔

○اہلیہ قاری نورالحق قریشی ایڈووکیٹ:

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی رحمہ اللہ کی دختر اور محترم قاری نورالحق قریشی کی اہلیہ طویل علالت کے بعد ۳۱ اگست کو ملتان میں رحلت فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے۔ ان کی نماز جنازہ یکم ستمبر کو مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ نے پڑھائی اور مرحومہ کی وصیت کے مطابق انہیں جلال باقری قبرستان میں حضرت امیر شریعت کے احاطہ قبر کے قریب سپردِ خاک کیا گیا۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے ایصالِ ثواب اور خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

دعائے صحت:

مجلس [illegible] قاری محترم حاجی غلام محمد صاحب ایک عرصہ سے علیل ہیں۔ احباب انکی صحت یابی کی دعا فرمائیں۔

انسٹنٹ

جوھر جوشاندہ

تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام تحریری مقابلہ

عنوان

جمہوریت ایک ناکام ترین نظام

اس عنوان پر لکھیئے اور انعام حاصل کیجئے۔

(۱) اول آنے والے کا مضمون نقیب ختم نبوت میں شائع کیا جائیگا۔
(۲) اول انعام سوروپے کی کتابیں ایک سال کے لئے نقیب کی ترسیل۔
(۳) دوم آنے والے کے لئے ۷۵ روپے کی کتب اور چھ ماہ کے لئے نقیب کی ترسیل۔
(۴) سوم آنے والے کے لئے ۵۰ روپے کی کتابیں
(۵) زیادہ مضامین آنے کی صورت میں قرعہ اندازی ہو گی۔
(٦) جیوری کا فیصلہ حتمی ہو گا۔

آیئے! آپ بھی لکھئے اور اس کفریہ شیطانی نظام کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیکر انعام حاصل کیجئے۔
مضامین ۱۵ اکتوبر تک موصول ہو جانے چاہیئیں۔ بعد میں آنے والے مضامین مقابلہ میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

مضمون بھیجنے کے پتے:

دفتر ● دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
● تحریک طلباء اسلام جامع مسجد معاویہؓ عثمان آباد کالونی ملتان۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم ـ مہربان کالونی ـــ ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

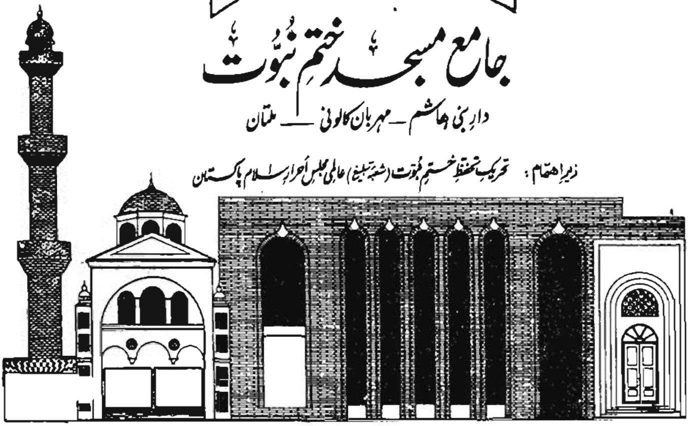

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔